ہفت روزہ
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

ختم نبوة

انٹرنیشنل
جلد نمبر ۹، شمارہ نمبر ۲۱
KHATME NUBUWWAT
(AN INTERNATIONAL WEEKLY MAGAZINE)

تو کہاں تک اپنے رب کی نعمتیں جھٹلائے گا

امام مظلوم جامع القرآن امیر المؤمنین

سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ

اللہ والوں کی محفل

اسلام کا نظریۂ تعلیم و تربیت

موازنہ موت و حیات

ایک مضمون جو ہو گا نہ پرانا ہرگز

مرجانی جزیروں کا دیس وہاں اسلام کیوں کر پھیلا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی اور مرزا قادیانی

مسلمانوں کے بارے میں مرزائیوں کا عقیدہ

تو کہاں تک اپنے رب کی نعمتیں جھٹلائے گا

(ڈاکٹر) معراج احمد (لکھنؤ یونیورسٹی) لکھنؤ

کتنی اچھی شکل میں انسان کو پیدا کیا ۔۔۔ بولنا اس کو سکھایا، عاقل و دانا کیا
چاند، سورج اور ستارے ہیں معترف ثنا ۔۔۔ کر رہے ہیں یاں شجر بھی حق عبادت کا ادا
تو کہاں تک اپنے رب کی نعمتیں جھٹلائے گا

دیکھ اس نے کس طرح افلاک کو اونچا کیا ۔۔۔ اور عدالت کیلئے میزان کو قائم کیا
اور بچھایا فرش تیرے واسطے اس ارض کا ۔۔۔ اور اس میں گل کھلائے جنس کو پیدا کیا
تو کہاں تک اپنے رب کی نعمتیں جھٹلائے گا

کھنکھناتی خاک سے انسان کو پیدا کیا ۔۔۔ اور خمیر اس نے بنایا آگ سے جنّات کا
مشرقوں اور مغربوں کا پھر وہی مالک ہوا ۔۔۔ آڑ بھی رکھ دی جو دریاؤں کو یک جا کر دیا
تو کہاں تک اپنے رب کی نعمتیں جھٹلائے گا

اس نے دریاؤں سے بخشے تجھ کو موتی بے بہا ۔۔۔ اور سمندر سے دیے شفاف مونگے خوش نما،
اس نے پانی میں جہازوں کو روانی کی عطا ۔۔۔ اور پہاڑوں کی طرح کس شان سے اونچا کیا،
تو کہاں تک اپنے رب کی نعمتیں جھٹلائے گا

معشرِ انسان کا ہو یا کہ ہو جنّات کا ۔۔۔ ہے سبھی کے واسطے اس کی طرف سے یہ صدا
پار کر سکتے نہیں تم یہ حدِ ارض و سما ۔۔۔ جا نہیں سکتے نکل کے اس کی قدرت کے سوا
تو کہاں تک اپنے رب کی نعمتیں جھٹلائے گا

آسمان جب پھٹ کے تلچھٹ کیطرح ہو جائیگا ۔۔۔ اور جسم و جاں کا رشتہ منقطع ہو جائے گا
ساری خلقت کے عمل کا فیصلہ ہو جائے گا ۔۔۔ اور گناہ گاروں کو دوزخ میں دھکیلا جائے گا
تو کہاں تک اپنے رب کی نعمتیں جھٹلائے گا

نیک بندوں کیلئے اس کی طرف سے ہے جزا ۔۔۔ دو بہشتوں کا ہے ان کے واسطے وعدہ کیا
ان میں دو چشمے رواں ہیں اور ہوا ہے جانفزا ۔۔۔ اور میووں کے درختوں کی قطاریں جا بجا،
تو کہاں تک اپنے رب کی نعمتیں جھٹلائے گا

اطلس و کمخواب کا ہوگا وہاں بستر بچھا ۔۔۔ ڈالیاں میووں کی ہوں گی پاس مہکے گی فضا،
اور نیچی آنکھوں والی نازنینیں دل رُبا ۔۔۔ ہوں گی جو لعل و گہر سے بھی حسیں تر، بے بہا
تو کہاں تک اپنے رب کی نعمتیں جھٹلائے گا

ہوں گی خیموں میں نہاں پاکیزہ حوریں جا بجا ۔۔۔ جن کو پہلے نہ کسی انسان، نہ جن نے چھوا
سبز قالینوں پہ اور عمدہ مسندوں پہ بر ملا ۔۔۔ بیٹھے ہوں گے اہل جنت، کیا اچھا ہے صلہ
تو کہاں تک اپنے رب کی نعمتیں جھٹلائے گا

ہفت روزہ

ختم نبوة

انٹرنیشنل

۷ تا ۱۳ ربیع الثانی ۱۴۱۱ھ مطابق ۲۶ اکتوبر تا یکم نومبر ۱۹۹۰ء | جلد نمبر ۹ | شمارہ نمبر ۲۱

مدیر مسئول عبدالرحمٰن باوا

اس شمارے میں

۱۔ تو اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلائے گا (نظم) ———— ۲

۲۔ نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ———— ۴

۳۔ قادیانی پاکستان کے محب نہیں دشمن ہیں۔ (اداریہ) ———— ۵

۴۔ اسلام کا نظریہ تعلیم و تربیت ———— ۶

۵۔ سیدنا عثمان ذوالنورین ———— ۷

۶۔ سیدنا حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ———— ۱۰

۷۔ اللہ والوں کی محفل ———— ۱۱

۸۔ موازنہ موت و حیات ———— ۱۴

۹۔ یہ وہ مضمون ہے کہ جو گانہ پڑا ———— ۱۶

۱۰۔ معلومات، مرجانی جزیروں کا دیس ———— ۱۷

۱۱۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی اور مرزا قادیانی ———— ۲۱

۱۲۔ مرزا قادیانی اور اس کا نفسی خاندان ———— ۲۴

۱۳۔ مسلمانوں کے بارے میں مرزائیوں کا عقیدہ کیا ہے؟ ———— ۲۵

۱۴۔ غذا کی اہمیت ———— ۲۶

پبلشر و پرنٹر: عبدالرحمٰن یعقوب باوا — طابع: سید شاہد حسن — مطبع: القادر پرنٹنگ پریس — مقام اشاعت: ۱۰۳ نیو ٹاؤن کراچی

سرپرست

شیخ المشائخ حضرت مولانا
خان محمد صاحب مدظلہ
امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

مجلس ادارت

مولانا مفتی احمد الرحمٰن | مولانا محمد یوسف لدھیانوی
مولانا منظور احمد الحسینی | مولانا بدیع الزمان
مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر

سرکولیشن منیجر

محمد انور

رابطہ دفتر

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
جامع مسجد باب الرحمت ٹرسٹ
پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ
کراچی ۷۴۴۰۰ ۔ پاکستان
فون نمبر ۷۷۱۱۹۷

LONDON OFFICE:
35 STOCKWELL GREEN
LONDON SW9 9HZ U.K.
PH: 071-737-8199.

چندہ

سالانہ	۱۵۰ روپے
ششماہی	۷۵ روپے
سہ ماہی	۳۵ روپے
فی پرچہ	۳ روپے

چندہ

غیر ممالک سے سالانہ بذریعہ ڈاک
۴۵ ڈالر

چیک یا ڈرافٹ بنام "ویکلی ختم نبوت"
الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ
اکاؤنٹ نمبر ۳۹۴۳ کراچی پاکستان
ارسال کریں

نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

انیس بن برنا صوفی الہ آبادی

صد شکر یہ کیفیت ایمان کا عالم
ہر لحظہ ہر اک لمحہ ہر اک آن کا عالم
اک بندہ گنہگار کی مستی کا یہ عالم
پھر پوچھنا کیا صاحب ایمان کا عالم

ولیوں کی کرامت کا اور الہام کا عالم
ہے شرفِ عقیدت نگہ عام کا عالم
جب ان کی تصانیف و مواعظ کا یہ عالم
پھر پوچھنا کیا دین کے پیغام کا عالم

بوبکرؓ ہوں فاروقؓ ہوں عثمانؓ کہ حیدرؓ
ہے تاجِ رضا مندیٔ حق ان کے سروں پر
جب اتنا بڑا رتبہ صحابہؓ کو ملا ہے
پھر پوچھنا کیا مرتبہ شافع محشر

آدمؑ سے تا عیسیٰؑ بھی ہیں شیدائے محمدؐ
نبیوں کے دلوں میں ہے تمنائے محمدؐ
موسیٰؑ نے بھی کی امتی ہونے کی تمنا
پھر پوچھنا کیا خوشبوئے گلہائے محمدؐ

لازم ہے امتی آلِ محمدؐ کی ہو عظمت
ماں باپ سے اولاد سے بڑھ کر ہو محبت
گر چاہتا ہے یہ کہ ملے تجھ کو بھی جنت!
کر دل سے محبت تو بجا روح سے اطاعت

قادیانی پاکستان کے محب نہیں دشمن ہیں

ہمیں ایک صاحب نے قادیانی اخبار ربوہ کا یوم دفاع پاکستان نمبر بھجوایا ہے اور لکھا ہے کہ آپ لوگ تو کہتے ہیں کہ قادیانی اکھنڈ بھارت کے حامی ہیں لیکن اس اخبار میں مرزا طاہر نے اپنے پیروکاروں کو جو تلقین کی ہے وہ قابل غور ہے جو یہ ہے :۔

" ہمیں اپنے وطن سے محبت ہے ہم یقین رکھتے ہیں کہ ہم اس محبت میں سب سے پیش پیش رہتے ہیں قطع نظر اس کے کہ وطن ہم سے کیا سلوک کرے ہم بہر حال اس وطن کے لئے ہر خطرے میں سب سے آگے کھڑے ہوں گے ہر وہ تیر جو اس وطن کی طرف چلایا جائے گا احمدیوں کی چھاتیاں سب سے آگے ہوں گی ان تیروں کو لینے کے لئے "

(الفضل یوم دفاع پاکستان نمبر بحوالہ ماہنامہ خالد نومبر دسمبر ۱۹۸۲ء ص ۹)

دوسرا اقتباس ملاحظہ ہو مرزا طاہر کہتا ہے :۔

ہر محب وطن احمدی کا فرض ہے کہ وہ کسی قیمت پر اپنے ملک میں فساد نہ ہونے دے ۔ محب وطن سے میری مراد نہ صرف پاکستان بلکہ تمام دنیا کے احمدی ہیں اور یہ ایک حقیقت ہے کہ ہر احمدی اپنے اپنے ملک کا اور اپنے اپنے وطن کا محب ہے :۔ (ایضاً بحوالہ الفضل یکم اگست ۱۹۸۲ء ص ۳)

ہم اگر قادیانیوں کو اکھنڈ بھارت کا حامی کہتے ہیں تو یہ ہماری ذہنی اختراع نہیں بلکہ مرزا طاہر کے باپ آنجہانی مرزا محمود کی ایک تقریر بھی ہے اور ایک کشف بھی ہے مرزا محمود نے کہا تھا :

۱۔ اول تو پاکستان بنے گا نہیں اور اگر بن بھی گیا تو ہم دوبارہ متحد کریں گے یعنی اکھنڈ بھارت بنانے کی کوشش کریں گے ۔

۲۔ میں نے دیکھا کہ گاندھی جی آئے اور میرے ساتھ پلنگ پر لیٹ گئے جس کی تعبیر بھی اکھنڈ بھارت ہے ۔ (خلاصہ)

ہم نے یہاں حوالے درج نہیں کئے اس لئے کہ اگر یہ ہمارا محض الزام ہے تو عدالتوں کے دروازے کھلے ہیں قادیانی ہمارے خلاف دعویٰ دائر کریں ہم جواب دعویٰ میں یہ حوالے پیش عدالت کریں گے اگر ہم حوالے پیش نہ کر سکے تو عدالت ہمیں جو بھی سزا دے ہم اس کے لئے تیار ہیں ۔

جہاں تک مذکورہ اقتباسات کا تعلق ہے تو ہم اس سلسلہ میں اتنا بتا دینا چاہتے ہیں کہ چور، زانی، ڈاکو، بدمعاش اور راشی قسم کے لوگ کبھی یہ نہیں کہیں گے کہ ہم چور ہیں ۔ ڈاکو ہیں زانی ہیں بلکہ وہ اپنی پارسائی کے گن گائیں گے بعینہٖ قادیانی بھی ایسے ہی ہیں ان کی تحریریں کچھ بولتی ہیں اور زبان کچھ ۔ سب جانتے ہیں کہ قادیانیت انگریز کا خود کاشتہ پودا ہے ۔ اور انگریز کا کہنا ہے کہ جھوٹ " تنا بولو کہ لوگ اسے سچ سمجھنے پر مجبور ہو جائیں ۔ مرزائی ان کی تربیت میں اس کہاوت کو اپنے سینے سے لگائے ہوئے ہیں ۔ بات بات پر جھوٹ بولنا اور اپنے اصل نظریات و عقائد کو چھپانا یہ تو ان کی پرانی عادت ہے ۔ بھلا جس فرقے کی بنیاد جھوٹ پر ہو جس کا بانی جھوٹ بکتا ہو جس نے جھوٹا دعوائے نبوت کیا ہو اور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مشہور حدیث کہ قیامت سے پہلے تیس دجال نبی گے وہ ان میں سے ایک ہو تو ان سے سچ کی توقع کیسے کی جا سکتی ہے ؟

اب آیئے مرزا طاہر کے مذکورہ بالا اقتباسات کی طرف ــــ پہلے اقتباس میں مرزا طاہر نے پاکستان کے بارے میں کہا اور یہ تاثر دیا کہ ہم محب وطن ہیں لیکن دنیا جانتی ہے کہ ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء میں پاکستان اور بھارت کے درمیان جو دو جنگیں ہوئیں ان میں قادیانی جرنیلوں کی سازش کارفرما تھی ۔ ۱۹۶۵ء کی جنگ کے لئے قادیانی جنرل اختر ملک نے صدر ایوب خان کو یہ تاثر دیا تھا کہ کشمیر کی آزادی کے لئے یہ وقت بڑا موزوں ہے ۔ ہمیں کشمیر پر حملہ کرکے اسے حاصل کر لینا چاہیئے ۔ نواب آف کالا باغ مرحوم سے بھی وہ ملا لیکن نواب صاحب نے صاف انکار کر دیا کہ میں صدر ایوب خان کو یہ کہنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں کہ وہ کشمیر پر حملہ کر دیں کیونکہ میرے تعلقات کچھ کشیدہ ہیں ۔ وہ میرے مشورہ کا غلط مطلب لیں گے ۔ آخر اختر ملک ایوب خان کو راضی کرنے میں کامیاب ہو گیا اور بھارت پر حملہ کرا دیا ۔ اختر ملک کا مقصد کشمیر کا حصول نہیں تھا بلکہ اپنے "ظلی کعبہ" قادیان کا حصول تھا ۔

قادیان سیالکوٹ کے نزدیک واقع ہے وہاں عبدالعلی ملک قادیانی کے ہاتھ میں کمان تھی ۔ توپخانہ بشیر نامی قادیانی جرنیل کے ماتحت تھا ۔ اور اختر ملک کشمیر کے محاذ پر کمان کر رہا تھا ۱۹۶۵ء کی جنگ میں ٹینکوں کی سب سے بڑی جنگ سیالکوٹ کے محاذ پر ہوئی اس لئے کہ عبدالعلی ملک چاہتا تھا کہ جتنی جلدی بھی ہو سکے قادیان حاصل کر لیں اور پھر دنیا کو بتائیں کہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے طویل عرصہ بعد مکہ فتح حاصل کر لیا تھا بعینہٖ ایک احمدی نے اپنا مکہ قادیان حاصل کر لیا ۔ اگر اس وقت قادیان مل جاتا تو قادیانی پروپیگنڈے کا

طوفان کھڑا کر دیتے اور کہتے کہ قادیان کی واپسی ہمارے سچا ہونے کی دلیل ہے لیکن ہے اے بسا آرزو کہ خاک شدہ
قادیانیوں کی یہ حسرت دل ہی دل میں رہی اور ربوہ میں چراغاں کرنے کے لئے ہزاروں من خریدا گیا تیل اور ہزاروں کی تعداد میں خریدی گئی موم بتیاں دھری کی دھری رہ گئیں۔
۱۹۶۵ء ہی کی جنگ کا ایک خوفناک پہلو یہ بھی ہے جو قادیانیوں کی ملک دشمنی کا واضح ثبوت ہے کہ اس وقت ملک کے تمام شہروں میں بلیک آؤٹ تھا ربوہ واحد شہر تھا جو روشنیوں سے جگمگا رہا تھا۔ ربوہ کے نزدیک دریائے چناب کا پل واقع ہے اور وہاں سے ۵۰/۴۰ کلومیٹر دور سرگودھا شہر واقع ہے جہاں پاکستان کا سب سے بڑا ہوائی اڈہ ہے۔ ربوہ میں یہ روشنی کا مقصد بھارتی طیاروں کی رہنمائی کرنا تھا تاکہ وہ آسانی سے دریائے چناب کا پل تباہ کرکے لاہور اور سرگودھا کا زمینی راستہ منقطع کر دیں اور دوسرا مقصد یہ نشاندہی کرنا تھا کہ یہاں سے سرگودھا کا ہوائی اڈہ بالکل قریب ہے اس وقت کے اخبارات گواہ ہیں کہ بھارت نے سب سے زیادہ فضائی حملے سرگودھا پر کئے جس کے پس پردہ قادیانی سازش کارفرما تھی بعد میں جب نواب آف کالاباغ مرحوم کو قادیانیوں کی اس ملک دشمن حرکت سے آگاہ کیا گیا تو انہوں نے ربوہ کی بجلی منقطع کر دی۔
اقتباس نمبر ۷ میں مرزا طاہر نے یہ جو کہا ہے کہ "ہمارا احمدی اپنے اپنے ملک کا محب ہے" یہ مسئلہ بھی غور طلب ہے اکثر قادیانی پاکستان سے بیرون ملک گئے ہوئے ہیں زیادہ تعداد بھی قادیانیوں کی پاکستان میں ہے اس وقت قادیانیوں کا مشن اسرائیل میں موجود ہے اور یہودی فوج میں سینکڑوں کی تعداد میں انہیں ملازمت بھی حاصل ہے اسی طرح امریکہ اور برطانیہ میں بھی ہیں۔ آج کل خلیج کی جو صورت حال ہے اگر اس صورت میں جنگ کی نوبت آتی ہے تو اسرائیل، امریکہ، برطانیہ اور فرانس وغیرہ سے یہ توقع ہرگز نہیں کی جا سکتی کہ وہ مقامات مقدسہ کو نشانہ بنانے کی کوشش نہیں کریں گے۔ اسلام اور مسلمانوں کے یہ ازلی دشمن ہر ممکن نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے۔ قادیانی جو اسرائیلی برطانوی اور امریکی فوج میں موجود ہیں بقول مرزا طاہر وہ اپنے اپنے ملک کے محب ہیں اس لئے وہ بھی ان سے پیچھے نہیں بلکہ آگے ہی رہیں گے۔ اگر یہی لوگ پاکستان پر حملہ کریں تو یہ ان کا بھی ساتھ دیں گے اس لئے ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ قادیانیوں کا یہ دعویٰ کہ وہ پاکستان کے محب ہیں سراسر غلط ہے اس دعوے سے قادیانی سازشوں سے باخبر لوگ تو دھوکہ نہیں کھا سکتے البتہ سادہ لوح عوام شاید ان کے فریب میں آ جائیں۔

اسلام کا نظریۂ تعلیم و تربیت

از: مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی
ترجمہ: فیروز اختر

انسانی معاشرہ میں انسان کو بلند مقام دینے و عظمت و سربلندی کے سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچانے میں نظام تعلیم و تربیت کا بنیادی کردار ہے یہ تعلیمی نظام اپنی مختلف صورتوں اور شکلوں اور اجتماعی و تمدنی مختلف طریقوں کے ساتھ انسانی تاریخ کے مختلف ادوار میں ہمیشہ جلوہ گر رہا ہے یہی وجہ ہے کہ جو لوگ علم کی اہمیت اور اس کے مقام بلند سے پوری طرح واقف ہیں وہ ہر وقت اس فکر میں رہتے ہیں کہ ان کے معاشرہ اور خاندان کے افراد شراب علم کی لذت سے آشنا اور تہذیبی و ثقافتی سرگرمیوں اور اخلاقی و اجتماعی تعلیمات سے بھرپور طریقہ پر مستفید ہوں تاکہ اپنے ماحول میں انسانی معاشرہ میں آگے بڑھ کر عالمی پیمانہ پر تمدنی و ثقافتی حلقوں میں اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونا ان کے لئے ممکن اور آسان ہو جائے تعلیمی اور تربیتی شعور و ادراک ایک بشری عنصر ابن آدم کی مایہ خمیر اور لازمہ زندگی ہے جو ہر انسان کے ساتھ وابستہ رہتا ہے اور اس کو علم دوستی علم پروری اور اس میدان کار سے محبت و الفت پر ابھارتا رہتا ہے جنہوں نے اس میدان میں اپنے ذہن و دماغ کی بلند پروازیاں اور فکر و تخیل کی جولانیاں دکھائیں علم و فن اور تہذیب و ثقافت کے احیاء و ترقی میں اپنی جدوجہد کاوش اور محنت کوشی و جانفشانی کا آخری قطرہ نچوڑ کر دنیائے علم میں لازوال نقوش چھوڑے اور وہ ایسے ... سمجھے گئے ... ہر طرح اس میں ... کہ ثابت کر دیا کہ علم سے ہماری زندگی ہے اور ہماری زندگی سے علم ہے۔ جنہوں نے اپنی عزیز ترین متاع حیات کو اسی علم کے لئے وقف کر دیا اور علمی مراتب سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی انفرادی، اجتماعی و اخلاقی تہذیبی و ثقافتی غرض زندگی کے مختلف گوشوں میں علم کی نفع رسانی و اثر آفرینی کا یقین دلوں میں اسی طرح ... ہوئے ہیں کہ:

"شاخ گل میں جس طرح باد سحر گاہی کا نم"

اور عام طور سے علم کے متعلق یہ خیال پایا جاتا ہے کہ علم ہی اچھا انسانی معاشرہ اور بہترین انسانی سوسائٹی کی تشکیل کر سکتا ہے علم ہی ہے جو دلوں کو فضائل سے آراستہ رذائل سے پاک اور زندگی کو مکارم اخلاق سے مزین و شائستہ بنا کر خلاق انسان کی حفاظت اور اس کی قیمت و وقعت میں اضافہ کر سکتا ہے:

اسلامی زندگی کا قصر جو عہد اول سے علم ہی کی پختہ بنیادوں پر قائم ہے اخلاق و کردار اور اسلامی سیرت و سلوک کا سرچشمہ بھی علم ہے یہی علم ایک ایسے ممتاز دستور زندگی کو وجود میں لاتا ہے جس کے جلوے بکھرے ہوئے جس کی برکتیں پھیلی ہوئی ہیں اور جو انسانیت کو اپنے چشمۂ شیریں کے آب حیات کے ذریعہ سرسبز و شاداب اور گل و گلزار بنائے رکھتا ہے اس کا یہ چشمۂ حیوان نہ کبھی پایاب ہونے والا ہے اور نہ اس کی فیض رسانی میں کبھی کمی آ سکتی ہے۔

اسلام نے علم کی مختلف صورتوں اور شکلوں کو انسان کی ذہنی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے والے زیادہ سے زیادہ جلا بخشنے اور تعمیر و ترقی کی راہ میں لگانے کا ذریعہ بنایا جس کے ذریعہ یقین و یقین کے ... سے سانچے میں ایک تہذیبی و ثقافتی جہان نو کی تعمیر ہو سکے

اسلام کی قائم کی ہوئی تہذیب و ثقافت دراصل زندگی اور معاشرہ کی تمام مادی اور معنوی تقاضوں کو شامل ہے اور انسانی کی ...

اور معاشرے کی تمام ضروریات کی تکمیل اور ذمہ دار ہے۔ وہ اپنی بے پایاں نوازش اور انعام و عطا کی بخشش کے ذریعہ زندگی کا مطمع نظر انسان سازی اور دنیا کی خوشحالی و فارغ البالی کے لئے کوشش کرنا ہے نیز زندگی کا اولین مقصد یہ ہے کہ ہر زمانہ اور ہر علاقہ میں ایمان امن و امان اخوت و محبت اور بھائی چارگی الفت کے جذبات کو فروغ دیا جائے اور ایسی فضا قائم کی جائے جس میں انسانی اقدار کی حکمرانی ہو محبت و پیار کے نغمے الاپے جائیں اور انسان دوستی اور امن پسندی کے زمزمے مترنم ہوتے ہوں۔

لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اسلام جس علم کی تحصیل کی ترغیب دیتا ہے اور جس پر معاشرہ اور تہذیب و تمدن کی عمارت قائم ہوتی ہے اس کے کچھ حدود ہیں کچھ نقوش اور کچھ اصول ہیں اور کچھ قواعد و کلیات بھی۔ ساتھ ہی ساتھ وہ ایک روشن تابناک اور گہرا نقطہ نظر بھی رکھتا ہے جس کے چشمے ایمان ذاتی اور دینی عقیدہ سے پھوٹتے ہیں اس علم کے حاملین بھی اسی صاف شفاف چشمہ سے سیراب ہو کر علم کے آبدار جواہرات اور لؤلؤ و مرجان دنیا کے سامنے بکھیرتے ہیں اور اسی کی روشنی میں اپنے ان اصول و ضوابط کو وضع کرتے ہیں جو علم و فن اور تہذیب و ثقافت کی نشر و اشاعت میں ممد و معاون ثابت ہو سکیں جن کے ذریعہ علمی و ترقیاتی پروگرام میں وسائل و ذرائع کا ہونا از بس ضروری ہے اس کا پتہ چل سکے نیز ان کے یہ اصول و ضوابط ان کی سب سے بڑی ذمہ داری امر بالمعروف نہی عن المنکر اور ایمان باللہ کی ادائیگی میں ان کو فائدہ اور سہولت پہنچا سکیں۔

یہی وجہ ہے کہ مسلمان اپنے خاص نظام تعلیم و تربیت کے لحاظ سے ہمیشہ ممتاز و نادر رہے ہیں انہوں نے اپنے اس نظام کو بروئے کار لانے اور اسے عملی طور پر نافذ کرنے کے لئے مختلف اسلامی درسگاہیں، جامعات، یونیورسٹیاں اور تہذیبی و ثقافتی مراکز قائم کئے جن کو حالات و ظروف کے مطابق پوری آزادی کے ساتھ وہ بحد امکان حصول وسائل کے ذریعہ چلاتے رہے ہیں اس کے انتظام و انصرام میں کسی قسم کی پابندی اور دباؤ کسی دوسری جانب سے ان پر قطعاً نہ تھا اور نہ ہی کسی طبقہ کی طرف سے ایسے الزامات ان پر عائد تھے جو ان کے نظام تعلیم کی طبیعت کے منافی اور ہم آہنگی کی روح کو نقصان پہنچاتے ہوں کیونکہ یہی وہ روح ہے جو ہر نظام تعلیم کی خصوصیت اور بالامتیاز وصف ہے اور جو اس کے پورے جسم میں سرایت کر کے دوڑتی رہتی ہے۔

اسلامی تعلیمات، انسانی علوم و فنون اور آفاقی و کائناتی اسرار و معارف کی گرہ کشائی اور جدید سے جدید انکشافات کے سلسلہ میں کسی قسم کی حد بندی کا قطعاً قائل نہیں ہیں۔ بلکہ ان علوم کے سمندر بے کنار میں غواصی کرنے اور قیمتی سے قیمتی گوہر آبدار نکال کر دنیا کے سامنے پیش کرنے کی دعوت دیتا ہے اور اس کی راہ کی دشواریوں سے نبرد آزما ہونے میں پیش پیش کی پوری مدد کرتا ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ اسلامی زندگی کے عروج و کمال کے لئے انسانی اور دینی دونوں قسم کے علوم کی یکساں ضرورت ہے اسلامی زندگی اپنی افادیت اسی وقت ثابت کر سکتی ہے جب وہ ان علوم کے درمیان صحیح توازن قائم رکھے اور کائناتی و آفاقی دلائل، قدرت اور اسرار و رموز کی نقاب کشائی کے لئے ہر وقت کوشاں اور سرگرداں رہے

امام مظلوم جامع القرآن امیر المؤمنین

سیدنا عثمان ذی النورین

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

المرسل: محمد عبد الرحمٰن جامی نقشبندی، جلال پور پیروالہ

شہادت عثمانؓ ہی اصل میں حیات اسلام ہے
اسلام زندہ ہوا ہے ایثار و استقامت عثمانؓ سے

امیر المؤمنین امام المتقین سفیر بیعت الرضوان جامع و ناشر قرآن شہید دوران تلاوۃ فرقان ثانی دو گونہ داماد سید الکونین زوج دو ہمشیرگان فاطمہ و خالوئے حسنین خلیفہ ثالث و راشد عادل و برحق سیدنا و مولانا ابو عامر ابو عبداللہ عثمان ابن عفان قریشی اموی ہاشمی سلام اللہ و رضوانہ علیہ کا نام لیں تو آنکھوں کے سامنے ایک نہایت ہی کریم النفس شخصیت کا تصور ابھر آتا ہے اگرچہ آپ تجارت کی وجہ سے قریش میں سب سے زیادہ مالدار تھے لیکن مالداروں کی کمزوریاں تکبر، غرور، نخوت، خود پسندی جبر و استحصال ان کے پاس بھی نہ پھٹکی تھیں۔ وہ بہت ہی منکسر المزاج متواضع اور خوش اخلاق تھے سختی اور گستاخی سے پیش آنے والوں کے ساتھ بھی نرمی کا سلوک روا رکھتے تھے عفو و درگزر ان کی ذات میں کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے تھے۔ اپنی ذات کے لیے بدلہ لینے کا خیال اور انتقام کا جذبہ ان میں بالکل نہ تھا۔ امام مظلوم سیدنا عثمانؓ صحیح معنوں میں غنی تھے مال سے محبت بھی نہ کی تھی۔ بلکہ نہایت فیاضی اور دریا دلی سے اللہ کی راہ میں اپنی دولت خرچ کرتے رہے اعزہ اور رشتہ داروں سے ہمدردی کا برتاؤ کرتے اپنے ذاتی خرچ کے لیے بیت المال سے کبھی ایک پیسہ بھی نہ لیا جو کچھ خیرات کرتے اپنی جیب سے کرتے۔

امام مظلوم سیدنا عثمانؓ حلم اور اخلاق کے پتلے تھے۔ نہایت متحمل مزاج تھے۔ انتہائی سخت موقعوں پر بھی اشتعال میں نہ آتے اور نہ ہی کسی کا غیظ و غضب کا اظہار کرتے صبر و استقامت کا مادہ قدرت نے انہیں بے حد و حساب ودیعت کیا تھا مصائب پر بڑی استقامت کے ساتھ صبر کرتے اور مصیبت کو خوشی کے ساتھ جھیلتے خونریزی اور کشت و خون کو سخت ناپسند کرتے انتہا یہ ہے کہ خود شہید ہو گئے لیکن یہ گوارا نہ کیا کہ اپنی ذات کے لئے تلواریں میان سے نکالی جائیں۔ سید المرسلین ہادی عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت رگ رگ میں سمائی ہوئی تھی۔ سنت نبوی کی سختی سے پیروی کرتے اور ہر موقع پر فرمایا کرتے کہ میں نے رحمت دو عالم ﷺ کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے باوجودیکہ آپ کو سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا میں جنت کی خوشخبری سنا دی تھی مگر ہمیشہ خدا کے خوف سے لرزاں اور ترساں رہتے تھے۔ (اس پر تھے مسلمان حضرتؓ) ایسی نیک و عظیم، بیدار القلب، عالی دماغ، سخی اور کریم النفس شخصیت کی لرزہ خیز ظلم و تشدد کے ساتھ شہادت کسی بھی انسان کے لیے باعث صد حیف و حیرت ہوتی ہے کہ یہ تاریخ کے اوراق مقتضب کے پردوں کو چاک کر کے آشکارا کر دیا گیا یہ شہادت عظیم اسلام اور ملت اسلامیہ کے اتحاد و استحکام اور بقا و دوام کے لئے سوچ سمجھ کر پیش کیا گیا تو ساری ملت کا دل جیت و

حیرت کی بجائے تشکر و احسان مندی کے جذبات سے لبریز ہو جاتا ہے۔ آپؓ نے دشمنان دین و ملت کے تشدد و لاقانونیت کا مقابلہ دلائل و براہین اور صبر و استقامت کے ساتھ کیا۔ امیر المومنین سیدنا عثمان غنیؓ نے دین و ملت کے مفاد و بقا کے لیے جو مدبرانہ اور بلند موقف اختیار کیا اس سے آخری دم تک ذرہ برابر بھی ادھر ادھر نہ ہوئے نہ دشمنان دین و ملت کی سازش کے مطابق نہ خلاف دین و ملت کی خواہش کے موافق تاریخ نے ثابت کر دیا کہ عثمانی موقف ہی برحق تھا۔ اور دین و ملت کی سلامتی عثمانی موقف ہی میں مضمر تھی۔ شہادت مراد نبی داماد علی المرتضیٰ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے ملت کی نگاہیں دشمنوں کی خطرناک خفیہ سازشوں کی گہرائیوں تک نہیں پہنچ سکی تھیں اس سازش کے مقابلہ کرنے میں سیدنا عثمان غنیؓ نے جو موقف اختیار کیا اس سے سازشی پارٹی اور اس کی دین و ملت سے دشمنی مسلمانوں پر روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی۔ اور مسلمانوں نے فتنہ عظیم سے خبردار ہو کر اپنے دین اور اپنی ملت کو ان سے محفوظ کر لینے کے لیے مؤثر اقدامات کیے اگر ایسا نہ ہوتا تو عین ممکن تھا کہ اسلام اور ملت اسلامیہ کی عظمت اپنی زندگی کے پچیس سال بعد ہی صفحۂ ہستی سے مٹ جاتی۔ قرآن حکیم کے لیے ایک ہی قرأت اور تلفظ کی ترویج کرنا اور دشمنان دین و ملت کے تشدد و لاقانونیت کا مقابلہ دلائل و براہین اور علم و بردباری کے موقف پر پہاڑ کی طرح قائم رہ کر جان دے دینا۔ دین و ملت کے اتحاد و استحکام کے لیے سیدنا عثمانؓ کے دو ایسے عظیم کارنامے ہیں کہ تاریخ عالم جن کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے امام مظلوم امام المتقین امیر المومنین سیدنا عثمان ذوالنورینؓ کی شہادت کا جانکاہ واقعہ ۱۸ ذوالحجہ ۳۵ھ کو پیش آیا جس عابد و زاہد عثمانؓ نے مسلمانوں کے نماز پڑھنے کے لیے مساجد تعمیر کروائیں دشمن دین سبائیوں نے مسجد میں نماز ادا کرنے سے روک دیا۔ رحمت دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے شاہکار سیدنا عثمان ذوالنورین پر جسے پیارے نبیؐ سے دوہری دامادی کا شرف حاصل تھا عین پر انوار مسجد نبویؐ ہی میں اتنے پتھر برسائے کہ وہ بے ہوش ہو کر منبر نبویؐ سے نیچے گر پڑے۔ جس عاشق قرآن عثمانؓ نے قرآن کریم کی ایک قرأت اور ایک تلفظ کے ساتھ خلافت اسلامیہ کے ہر ہر حصے میں پہنچانے کا انتظام کیا تاکہ کوئی مسلمان بھی تلاوت قرآن کریم کی سعادت سے محروم نہ رہے۔ سبائیوں نے خود انہی کو قرآن حکیم کی تلاوت سے جبراً روک دیا نہ صرف یہ بلکہ قرآن حکیم کے نام پر فساد مچانے والے ان دشمن قرآن باغیوں نے قرآن حکیم کو ٹھوکر مار کر گرا دیا۔ (طبری جلد ۵ صفحہ ۱۳۰) جس عاشق قرآن محسن ملت عثمانؓ نے مسلمانوں کی مجبوری کے دور میں اپنے مال سے میٹھے پانی کے کنوئیں خرید کر ان کے لیے وقف کر دیے سفاک سبائیوں نے ایسے خیرخواہ انسانیت پر بھی پانی بند کر دیا۔ وہ غنی و غنی عثمانؓ جو مسلمانوں پر غلہ کی تنگیوں کو نہ دیکھ سکتا تھا اور ایک ہی دن میں ہزاروں من غلہ مدینے کی گلیوں میں اللہ کی راہ میں لٹا دیا تھا۔ سیاہ کار و سیاہ دل سبائیوں نے ان ہی تک اسی مدینے میں غلے کا ایک دانہ بھی پہنچنا ناممکن کر دیا۔

امیر المومنین خلیفۃ المسلمین فاتح عظیم سیدنا عثمان ذوالنورینؓ جن کی سلطنت کی حدود کا ایک سرا ایشیا میں کابل تھا اور دوسرا سرا افریقہ مراکش میں اور یورپ میں سپین میں تھا انہیں خلافت دشمن سبائیوں نے گھر کی ایک کوٹھری میں محصور کر دیا۔ صرف افراد ہی کیا جس عثمانؓ کے خون کا قصاص لینے کے لیے رحمت دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے کل صحابہؓ نے جانیں قربان کر دینے کا عہد لیا اور اصحاب رسولؐ کے اس عہد پر خود حق تعالیٰ نے وحی کے ذریعے سے قبولیت اور خوشنودی کا اعلان فرمایا۔ اللہ کریم اور رحمت دو عالمؐ اور خلافت اسلامیہ کے ان باغی سبائیوں نے اسی بیعت رضوان والے روزہ دار عثمان غنیؓ کو قرآن خوانی کی حالت میں انتہائی درندگی سے روز روشن میں شہید کر دیا۔ سیدنا عثمان ذوالنورینؓ بے گناہ اور مظلوم شہید ہوئے ان کے قاتل ناانصاف اور ظالم تھے جنہوں نے ان کی رفاقت نہ کی وہ ان کے حکم کی وجہ سے معذور و مجبور تھے۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں حضرت امام کو صرف اوباش قبائل اور اہل فتن کی ایک پارٹی نے قتل کیا امام مظلوم خلیفۃ المسلمین کے خون کے قطرے کتاب حق کی اس آیت پر گرے۔

فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

اللہ کریم ان سے تیرا بدلہ لے گا وہ بڑا سننے والا باخبر ہے۔

سرور کونینؐ کے داماد عزیز اور خلیفہ برحق اتحاد و استحکام اسلامی کے پرچم بردار ملت اسلامیہ کے امیر المومنین دنیائے اسلام کے شفیق و رحم دل حاکم کی لاش تین دن تک بے گور و کفن پڑی رہی کیونکہ سبائیوں نے انہیں دفنانے کی اجازت نہ دی۔ آخر تیسرے روز صبر و ایثار اور حلم و بردباری کے اس پیکر مجسمے کو چند مسلمانوں نے خون آلود کپڑوں میں رات کے اندھیرے میں خفیہ طور پر سپرد خاک کر دیا۔ یہ انسانیت سوز رویہ سبائیوں نے اس محسن ملت کی لاش سے روا رکھا جو دشمنوں سے مقابلے کے وقت مسلمانوں کے بے سرو سامان لشکروں کو گھوڑے اونٹ، سامان اور ہر قسم کے ہتھیار اپنی جیب سے مہیا کرتا تھا۔

دوکان جیسے سونے کی کان
عمیر جیولرز جس کا نام
جہاں پر عمدہ اور جدید ڈیزائن کے زیورات دستیاب ہیں۔
تشریف لاکر خدمت کا موقع دیں
حسین سینٹر زیب النساء اسٹریٹ صدر کراچی
فون نمبر: ۵۲۵۵۲۵

تاریخ گواہ ہے امیر المومنین بے بس تھے نہ بے اختیار انہوں نے عقلاً منطقاً اور تشدد اور سازش کا مقابلہ دلیل روشن سے کیا اور باوجود قوت وقدرت رکھنے اختیار واقتدار حاصل ہونے کے انہوں نے تشدد ولاقانونیت کا مقابلہ جبر وتشدد سے کرنے سے انکار کر دیا اور کہا تو صرف یہ کہا کسی سے کوئی تعرض نہ کیا جائے یہاں تک کہ اللہ کی مشیت پوری ہو میں سراج الانبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ پہلا خلیفہ نہیں بننا چاہتا جس کے ہاتھوں آپ کی اُمت میں خونریزی کا آغاز ہو۔ امام مظلوم سیدنا عثمان غنی رضؓ نے توحید خالص کے بے مثل عقیدے اور فکر اسلامی کی عصمت خلافت اسلامیہ کے جمہوری اصول اور جمہوری مسلمانوں کے حق حکمرانی کی خاطر اور اسلام اور ملت اسلامیہ کی یکجہتی اور یگانگت کی خاطر بے مثل ضبط وتحمل عظیم صبر واستقامت اور لاثانی جذبہ ایثار کا نمونہ پیش کرتے ہوئے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ سبائیوں کو اپنے مذموم عزائم کی کامیابی کے لیے افواہ سازی، اختراع پردازی، انتشار، تحریک پسندی رائے عامہ کو گمراہ کرنے، سازش اور تشدد پہ بھروسہ تھا۔ لیکن امام المتقین خلیفہ راشد عادل برحق سیدنا عثمان رضؓ کو اللہ کریم اور ہادی عالم ﷺ اور جمہور مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت میں مردانہ وار قربان ہو جانے پر ناز تھا۔ سبائی ان کے درپے آزار ہوئے لیکن انہوں نے عظیم جرأت ایمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے حق سے منہ موڑنے سے انکار کر دیا حتیٰ کہ اپنی گردن کٹوا دی لیکن پرچم حق کو سرنگوں نہیں ہونے دیا حق کے لیے جدوجہد کرنے والوں کے لیے سیدنا عثمان رضؓ کا کردار ہمیشہ مشعل راہ رہے گا۔ ان کی بے مثل استقامت اور جرأت مندانہ قربانی نے دنیائے اسلام کو ایک نیا جذبہ اور نیا ولولہ بخشا ہے کتاب حق کا وہ نسخہ عثمان رضؓ کے خون مقدس کے ساتھ آج بھی موجود ہے۔ قاتلان عثمان رضؓ کے مقدر شدہ انجام کی نشاندہی کر رہا ہے۔ سبائیوں کو زبردست دھچکا لگا وہ ملت اسلامیہ کے خلاف سبائیوں کی کھلی دشمنی اور خفیہ سازش کے باوجود حکومت عرب سے نکل کر عجم میں نہ جا سکی بلکہ صدیوں تک اولین واعیان اسلام یعنی عرب سلاطین میں رہی۔ پہلی پوری صدی یہ عظیم ذمہ داری بنو اُمیہ کے منصور وکامیاب شہنشاہوں پر رہی جنہوں نے خالص توحید اور بے مثل اسلام کی عظمت کے جھنڈے ایشیا، افریقہ اور یورپ کے براعظموں میں گاڑ دیئے۔ خلفائے بنو امیہ کے دور خلافت میں سلطنت اسلامیہ اپنی برکتوں فضیلتوں اور رحمتوں کے ساتھ یورپ میں بحر اٹلانٹک سے لے کر بحر ہند میں سندھ تک اور سپین سے لے کر دریائے نیل کے آبشاروں تک پھیل گئی۔ اس طرح وہ فرمان الٰہی پورا ہو گیا کہ جنہوں نے بیعت رضوان کا عہد پورا کیا تو ان کو اجر عظیم دیا جائے گا (سورۃ فتح) یہ نتیجہ تھا امام مظلوم سیدنا عثمان ذوالنورین رضؓ کے مدبرانہ موقف اور عظیم قربانی کا یہ اعجاز تھا۔ خون عثمان کی آبیاری کا۔ تاریخ اسلام کا ایک ایک دور پکار پکار کر کہہ رہا ہے۔

شہادت عثمان ہی اصل میں حیات اسلام ہے
اسلام زندہ ہوا ہے ایثار و استقامت عثمان رضؓ سے

حضرت نافع سے مروی ہے کہ ایک بلوائی نے شہادت کے وقت امام مظلوم سیدنا عثمان رضؓ کا عصا لے کر اس کو اپنے گھٹنے سے توڑ ڈالا تھا اس کی پوری ٹانگ گل گئی۔ یزید بن حبیب سے مروی ہے کہ جو لوگ حضرۃ عثمان رضؓ پر چڑھائی کر کے گئے تھے ان میں سے اکثر پاگل ہو کر مرے۔ واقف اسرار نبوی یعنی حضرۃ حذیفہ بن یمان کے متعلق روایات میں آتا ہے کہ جب بلوائی حضرۃ عثمان رضؓ کے گھر کی طرف چلے تو لوگ ان کے پاس آئے اور کہا کہ بلوائی حضرۃ عثمان رضؓ کے گھر کی طرف گئے ہیں، آپ کیا کہتے ہیں۔ انہوں نے کہا بخدا یہ لوگ ان کو شہید کر دیں گے لوگوں نے پوچھا شہید ہونے کے بعد کیا ہو گا انہوں نے کہا بخدا عثمان ذوالنورین رضؓ جنت میں جائیں گے۔ اور ان کے قاتلین کے لیے خدا کی قسم دوزخ ہے جس سے کسی طور پر ان کو چھٹکارا نہیں ملے گا۔

حضرت حسن رضؓ بن علی المرتضےٰ رضؓ کا خواب!

روایات میں آتا ہے کہ حضرۃ حسن رضؓ بن علی رضؓ (جن کو سبائیوں نے زخمی کر دیا تھا، جب وہ امام مظلوم سیدنا عثمان رضؓ کو محاصرہ کی حالت میں پانی پہنچانا چاہتے تھے) حضرۃ علی المرتضیٰ رضؓ کے دور خلافت میں خطبہ بیان کرنے کے لیے کھڑے ہوئے۔ اس خطبے میں انہوں نے اپنا ایک خواب بیان کیا اس خواب سے معلوم ہو گا کہ اس عالم اسباب میں جو کچھ ہوتا ہے اس کی ایک ظاہری شکل ہوتی ہے اور ایک باطنی حقیقت ہوتی ہے۔

حضرۃ حسن رضؓ نے فرمایا کہ لوگو میں نے کل رات ایک عجیب و غریب خواب دیکھا ہے میں دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی عدالت لگی ہوئی ہے۔ پروردگار کائنات اپنے عرش پر متمکن ہے۔ ہادی عالم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں۔ اور عرش کا ایک پایہ پکڑ کر کھڑے ہو جاتے ہیں پھر امام الصحابہ خلیفہ بلافصل سیدنا ابوبکر صدیق رضؓ آتے ہیں اور رحمت دو عالم کے شانہ مبارک پر اپنا ہاتھ رکھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں پھر مراد رسول ﷺ داماد سیدنا علی المرتضیٰ رضؓ امام عدل و حریت سیدنا عمر فاروق اعظم رضؓ آتے ہیں اور وہ حضرۃ ابوبکر صدیق رضؓ کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں پھر اچانک حضرۃ عثمان غنی رضؓ اس حال میں اس عدالت میں آتے ہیں کہ ان کا کٹا ہوا سر ان کے ہاتھوں میں رکھا ہوا ہوتا ہے اور وہ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں فریاد کناں ہوتے ہیں کہ اے پروردگار اپنے ان بندوں سے جو تیرے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا ہیں اور جو خود کو مسلمان کہتے ہیں ان سے پوچھا تو جائے کہ مجھے کس گناہ کی پاداش میں قتل کیا گیا۔ شہید کیا گیا (بِاَیِّ ذَنۡۢبٍ قُتِلَتۡ) میرا آخر کیا گناہ تھا۔ کون سا جرم تھا جس کے بدلے میں میرا سر کاٹا گیا اس کے بعد حضرۃ حسن رضؓ بیان کرتے ہیں کہ امام مظلوم سیدنا عثمان غنی رضؓ کی اس فریاد پر میں نے دیکھا کہ عرش الٰہی تھرا گیا اور آسمان سے خون کے دو پرنالے جاری کر دیئے گئے جو زمین پر خون بہانے لگے حضرۃ حسن رضؓ کے اس بیان کے بعد لوگوں نے قاضی اُمت حضرۃ سیدنا علی المرتضیٰ رضؓ سے جو اس خطبے کے وقت موجود تھے پوچھا کہ آپ نے سنا حسن رضؓ کیا بیان کر رہے ہیں۔ چونکہ یہ خواب تو حضرۃ عثمان غنی رضؓ کی مظلومیت پر مہر تصدیق ثبت کر رہا تھا۔ قاتلان عثمان رضؓ کیسے گوارا کرتے۔ قاضی اُمت فقیہ الصحابہ خلیفہ رابع امیر المومنین حضرۃ علی المرتضیٰ رضؓ نے جواب میں کہا کہ حسن رضؓ وہی بیان کر رہے ہیں جو انہوں نے دیکھا ہے یہ خون کے دو پرنالے درحقیقت جنگ جمل اور جنگ صفین تھے یہ قتل عثمان رضؓ پر اللہ کے غضب کی نشانیاں تھیں۔ اللہ کریم کی کروڑوں رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں شہید مظلوم سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ پر۔

جانشین امیر شریعت وکیل اصحاب رسول ﷺ و اہل بیت عظام رضؓ بقیۃ السلف حضرۃ اقدس مولانا سید ابو معاویہ ابوذر

باقی صفحہ پر

تذکرہ صحابہ کرامؓ

سیدنا حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ

تحریر: محترمہ اختر مشتاق احمد

حضرت طلحہؓ کی کنیت ابو محمد تھی ان کا لقب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احد میں خیر اور جنگ حنین میں جواد رکھا والد کی جانب سے آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب گویا ساتویں پشت میں ان کا سلسلہ نسب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملتا ہے ان کی پیدائش گیارہ سال قبل نبوت ہوئی یوں وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ۹ برس چھوٹے تھے حضرت طلحہؓ کا رنگ گندم گوں اور بال گھنے اور بالکل سیاہ تھے نہ زیادہ گھنگریالے نہ زیادہ سیدھے خوبصورت چہرہ اور قد میانہ تھا باوقار شخصیت اور فطرت کے سلیم کا ایک نمونہ تھی ان کی رفتار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح تیز تھی۔

تقریباً تمام عرب کی تجارت پر قبیلہ قریش حاوی تھا غیر ملکی تجارتی منڈیوں سے ان کا باقاعدہ ربط تھا حضرت طلحہؓ اسی تاجر قبیلے کے چشم و چراغ تھے لہٰذا انہوں نے بھی سن شعور کو پہنچتے ہی تجارت شروع کر دی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نبوت کا اعلان کیا طلحہؓ ان دنوں بصریٰ اور شام گئے ہوئے تھے بلکہ ایک روایت کے مطابق سفر بصرہ ہی آپ کے اسلام لانے کا باعث بنا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے اس وقت حضرت طلحہؓ تجارت کی غرض سے شام پہنچے ہوئے تھے واپسی پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ سے ان کی ملاقات ہوئی ہجرت کے بعد بھی انہوں نے تجارتی کاروبار جاری رکھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے مال میں برکت عطا فرمائی۔

قبول اسلام

حضرت طلحہؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے خاص رفیقوں میں سے تھے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا اعلان کیا اور کوہ صفا پر کھڑے ہو کر دنیائے عرب اور نوع انسانیت کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اپنی رسالت کا پیغام دیا اور اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تو مردوں میں حضرت ابوبکر صدیقؓ، عورتوں میں حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ، بچوں میں حضرت علی مرتضیٰؓ اور غلاموں میں زید بن حارثہؓ سب سے پہلے حلقہ بگوش اسلام ہوئے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خود ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر لبیک نہ کہا بلکہ اپنے تمام رفقاء اور احباب سمیت اسلام میں شمولیت فرمائی۔ طلحہؓ، زبیرؓ، عثمانؓ، عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد بن ابی وقاصؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہی ذریعہ مشرف با اسلام ہوئے اور اس طرح السابقون الاولون من المہاجرین والانصار کا مصداق بنے۔

طبقات ابن سعد میں حضرت طلحہؓ کے اسلام لانے کا واقعہ یوں مرقوم ہے کہ وہ تجارت کی غرض سے بصریٰ اور شام گئے بصریٰ کے بازاروں میں گھوم رہے تھے کہ ایک صومعہ میں ایک راہب کو دیکھا جو لوگوں سے پوچھ رہا تھا کہ آج کل حرم سے کوئی شخص آیا ہے انہوں نے جواب دیا ہاں میں حرم سے آرہا ہوں راہب نے پوچھا کیا احمد نبی ظاہر ہو چکے ہیں؟" انہوں نے کہا "کون احمد؟" راہب نے کہا احمد جو عبداللہ بن عبدالمطلب ہیں ان کے ظہور کا زمانہ ہے وہ دنیا میں آخری نبی ہیں تم واپس جا کر بلا تاخیر ان کی بیعت کر لو۔"

طلحہؓ بصریٰ سے مکہ واپس آئے اور لوگوں سے پوچھا کہ میری غیر حاضری میں کوئی اہم واقعہ پیش آیا ہے؟ لوگوں نے کہا "محمد بن عبداللہ نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور ابن ابی قحافہ (حضرت ابوبکر صدیقؓ) نے ان کی پیروی اختیار کر لی ہے طلحہؓ یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس گئے اور ان سے پوچھا کہ کیا آپ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت اختیار کر لی ہے؟ "انہوں نے کہا" ہاں وہ حق کی دعوت دیتے ہیں تم بھی یہ دعوت قبول کر لو۔"

حضرت طلحہؓ کہتے ہیں کہ میں نے جو کچھ راہب سے سنا تھا انہیں تفصیل سے بتادیا حضرت ابوبکر صدیقؓ بہت خوش ہوئے اور مجھے ساتھ لے کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے میں نے آپؐ سے درخواست کی کہ مجھے بھی اپنے دین میں داخل کر لیں آپؐ نے میری درخواست قبول فرمائی اور میں اسلام میں داخل ہو گیا۔

ہجرت اور مواخات

جب مکے میں مسلمانوں پر انتہائی سختیاں ہونے لگیں اور قریش نے انہیں آئے دن ظلم کے شکنجوں میں کسنا شروع کیا اور ہر ممکن کوشش کی کہ محمدؐ کے پیروکاروں کی تعداد میں اضافہ نہ ہو تو مسلمانوں میں خوف و ہراس پھیلنے لگا اور ان کی زندگی اجیرن ہو گئی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ہجرت کی اجازت مرحمت فرمائی کچھ مسلمان حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے تھے اور مدینہ ہجرت چلے گئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے تین دن غار ثور میں روپوش رہنے کے بعد ہجرت کی طرف ہجرت کی راستے میں طلحہؓ سے ملاقات ہو گئی وہ اس وقت شام سے اپنا تجارتی قافلہ لے کر واپس آرہے تھے انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کو شامی کپڑوں کے دو جوڑے عنایت کئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ اہل مدینہ آپؐ کے بے تابانہ منتظر ہیں حضرت طلحہؓ رخصت ہو کر مکہ روانہ ہوئے مگر آفتاب حق کی کرنیں ان کے نہاں خانہ دل میں اتر چکی تھیں اب آستانہ حق کے سوا انہیں سکون و قرار کہاں میسر آسکتا تھا چنانچہ واپس آکر انہوں نے اپنا تجارتی کاروبار سمیٹ لیا اور چند روز بعد اپنی والدہ صعبہ بنت الحضرمی کے ساتھ جو اس وقت شرف ایمان سے بہرہ ور ہو چکی تھیں مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر گئے۔

مدینہ منورہ میں سیدنا حضرت اسعد بن زرارہ انصاری نے انہیں اپنا مہمان بنایا چند ماہ بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخات قائم کرائی تو حضرت

باقی [illegible]

اللہ والوں کی محفل

اچھے لوگوں کی اچھی باتیں

از: مولانا محمد اسلم شیخوپورہ

عشق کامل

حضرت حذیفہ ابن یمانؓ جلیل القدر صحابی ہیں۔ جب ایران فتح ہوا تو حضرت حذیفہؓ ایران پہنچے۔ اسلامی حکومت قائم ہو گئی ایران کا ملک بڑا متمدن ملک تھا۔ اس زمانے میں دو ہی بڑی حکومتیں تھیں ایک قیصر کی حکومت یعنی رومیوں کی حکومت جو عیسائیوں کے ہاتھ میں تھی اور ایک کسریٰ کی حکومت جو فارسیوں کے ہاتھ میں تھی۔ باقی سارے حکومتیں یا ان کے ماتحت تھیں یا ان کے زیر اثر تھیں جو صورت آج روس اور امریکہ کی ہے وہی اس زمانے میں ان کی تھی۔

تو حذیفہ بن الیمانؓ کھانا کھانے بیٹھے اور ایک فارسی غلام کھڑا ہوا کھلا رہا تھا پانی اس کے ہاتھ میں تھا حضرت حذیفہؓ کے ہاتھ سے لقمہ زمین پر گر پڑا انہوں نے جلدی کا ادب کے ساتھ لقمہ کو اٹھا کر مٹی جھاڑی اور تناول فرما لیا۔

فارسی غلام نے کہا یہ آپ نے کیا کیا ہے؟ یہ تو بڑا معیوب عمل ہے یہ بات یہاں تہذیب کے خلاف ہے لوگ کہیں گے بڑے حریص ہیں ایک ایک لقمہ پر جان دیتے ہیں اٹھا اٹھا کر کھا جاتے ہیں یہ حرص کی دلیل ہے ایسا نہ کیجئے یہ تمدن والوں کا ملک ہے حضرت حذیفہؓ نے کیا جواب۔۔۔؟ فرمایا کیا میں اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ان احمقوں کی وجہ سے چھوڑ دوں؟ گویا اس درجہ ایک سنت محبوب تھی کہ فارسیوں کا پورا ملک اور ان کا تہذیب و تمدن اتنا عزیز نہیں تھا جب محبت کامل ہوتی ہے تو ملامت گر کی ملامت اثر نہیں کرتی ملامت سے متاثر ہونا بھی ہوتا ہے جب اپنے اندر خامی ہوتی ہے۔

اس واسطے خامی کو دفع کیجئے اور خامی دور ہونے کی یہی صورت ہے کہ ذکر اللہ اور یاد حق کی عادت پڑ جائے پھر ملامت کرنے والے ہزار ملامت کریں گے۔ کوئی اثر نہ ہوگا ان پر ہنسی آئے گی کہ یہ احمق ہیں اس چیز سے روک رہے ہیں آپ خود متاثر اور شرمندہ نہیں ہوں گے۔

اتباع سنت

امام ابی داؤدؒ بہت بڑے محدث گزرے ہیں جن کی کتاب ابوداؤد مدارس میں پڑھائی جاتی ہے ان کے واقعات میں لکھا ہے کہ یہ سمندر کے کنارے کھڑے ہوئے تھے اور سمندر میں جہاز اترا ہوا تھا ایسی گاڑیاں اس زمانے میں نہیں تھیں جیسی آج چلتی ہیں تو جہاز ایک آدھ فرلانگ کے فاصلے پر کھڑا ہوتا تھا چونکہ کنارے پہ پانی کم ہوتا تھا وہ جہاز کے لئے کافی نہیں ہوتا تھا اور لوگ کشتیوں میں بیٹھ کے جہاز میں جاتے اور سوار ہوتے تھے۔

امام ابوداؤدؒ سمندر کے کنارے کھڑے ہوئے تھے جہاز میں کسی شخص کو چھینک آئی اس نے چھینک لے کر زور سے الحمد للہ کہا تو مسئلہ یہ ہے کہ جب کسی کو چھینک آئے اسے الحمد للہ کہنا چاہئے اور

هرچه گویم حق گویم

شاعر ختم نبوت سید محمد امین گیلانی

- آفسٹ کتابت۔ عمدہ طباعت۔ صفحات ۶۵۔ کاغذ گلیز۔
- سید محمد امین گیلانی نے عقیدہ ختم نبوت کی تائید اور رد قادیانیت کی تردید میں زندگی بھر جو نظمیں لکھی ہیں۔ سب کو یکجا اس کتاب میں شائع کر دیا گیا ہے۔
- ہر نظم کے شروع میں حدیث شریف انا خاتم النبیین لا نبی بعدی کا مونوگرام دیا گیا ہے
- ۵۳ء، ۱۹۷۴ء، ۸۴ء کی تحریکہائے ختم نبوت کی ایمان پرور نظموں کو پڑھ کر آپ جھوم اٹھیں گے۔
- ان نظموں کو پڑھتے وقت مرزائیت پھڑپھڑاتی نظر آئے گی۔ تو حکمران مبہوت نظر آئیں گے
- سید امین گیلانی کی شاعری پر امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی معیت کے گہرے اثرات آپ محسوس کریں گے۔
- اس موضوع سے دلچسپی رکھنے والے حضرات خصوصاً جلسوں اور کانفرنسوں میں پڑھنے والوں کے لئے یہ نادر تحفہ ہے۔
- ان تمام تر خوبیوں کے باوجود قیمت بمع ڈاک خرچ -/۱۰ روپے

نوٹ: قیمت پیشگی روانہ فرمائیں۔ وی پی ہرگز نہ ہوگی

دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان، پاکستان

جس کے کان میں الحمد اللہ پڑے وہ جواب میں یرحمک اللہ کہے اس شخص نے الحمد اللہ اس زور سے کہا کہ امام ابوداؤدؒ کے کان میں آواز آئی اب ان کو یہ چاہا کہ میں شریعت کی اس چیز پر عمل کروں اور یرحمک اللہ کہوں۔ مگر مجھے ثواب ملے امام ابی داؤدؒ کی آواز اتنی اونچی تو تھی نہیں کہ یہاں کنارے سے یرحمک اللہ کہیں تو اس کے کان میں پہنچے چھینک لینے والے کی آواز اتنی بلند تھی کہ اس نے الحمد اللہ کہا اس کی آواز یہاں پہنچ گئی تو تین درہم میں کرائے کی کشتی لی اور اس کشتی میں بیٹھ کر ڈیڑھ فرلانگ کا سفر کر کے جہاز میں پہنچے اور جہاز میں اوپر چڑھ کے کہا۔ یرحمک اللہ گویا نیکی کا کوئی موقع نہیں ... کہتے ہیں جس وقت انہوں نے جا کر یرحمک اللہ کہا غیب سے آواز آئی کہنے والا نظر نہیں آتا تھا آواز یہ آئی کہ

اے ابی داؤد! آج آپ نے تین درہم میں جنت خرید لی یہ آواز کان میں پڑی معلوم نہیں کس خلوص سے یرحمک اللہ کہا تھا حالانکہ امام ابی داؤدؒ حدیث میں نہ جانے کتنی انہوں نے حدیثیں لکھیں اور کتنا اجر کمایا، کتنی نوافل اور تہجد پڑھے ہوں گے کتنے ... صدقات دیئے ہوں گے لیکن جنت کی خریداری کے وقت اس چھوٹے سے عمل کا ذکر کیا کہ تین درہم میں کشتی کرائے پر کرا کر یرحمک اللہ کہہ دیا۔

سراپا تبلیغ

دیوبند کے قریب مظفرنگر میں آریوں سے مسلمانوں کا مناظرہ ہوا اس میں حضرت مولانا انور شاہ صاحبؒ بھی تشریف لے گئے یہ حضرت شاہ صاحب کی جوانی کا زمانہ تھا تھوڑی تھوڑی داڑھی آئی ہوئی تھی بالکل ابتدائی دور تھا حضرت شاہ صاحب وجیہ بھی تھے اور حسین و جمیل بھی تھے اکثر سبز پگڑی باندھا کرتے تھے غرض حضرت شاہ صاحب کی بڑی دلکش صورت تھی حضرت شاہ صاحب اس مناظرے میں گئے کیونکہ حضرت شیخ الہند کے استاد بھی پہنچے ہوئے تھے اس موقع پر آریہ مبلغ نے کہا کہ۔ "اگر کسی صورت کو دیکھ کر اسلام قبول کیا جا سکتا ہے تو میں مولوی انور شاہ کی صورت کو دیکھ کر ابھی اسلام قبول کر لیتا۔ اس کا چہرہ بتلاتا ہے۔ کہ اسلام یہ ہے۔"

تو مسلمان کا چہرہ مہرہ خود مبلغ ہوتا ہے

حسن اخلاص

حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے لئے کام کرنے کی تعلیم ایک حجام سے حاصل کی وہ یوں کہ ایک مرتبہ مکہ معظمہ میں مجھے حجامت بنوانے کی ضرورت پیش آئی اور میں اتنا عسرت زدہ تھا کہ حجامت کی اجرت ادا کرنے کے لئے میرے پاس ایک درہم بھی نہ تھا میں ایک حجام کے پاس گیا اور اس سے کہا کیا وہ خدا کے واسطے میری حجامت بنا دے گا؟

حجام اس وقت ایک اور شخص کی حجامت بنا رہا تھا اس نے اسے نامکمل چھوڑ دیا اور پہلے میری حجامت بنا دی اس وقت اس کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز تھیں۔ حجامت بنا کر اس نے مجھے چند سکے دیئے اور کہا کہ اپنی ضروریات کو پورا کرو۔ میں نے سکے لے لئے اور دل میں مصمم ارادہ کر لیا کہ جب بھی میرے پاس پیسے ہوں گے میں سب سے پہلے اسی ولی صفت حجام کی نذر کر دوں گا خدا کا کرنا کیا ہوا کہ کچھ ہی عرصے بعد میرے پاس بصرہ سے اشرفیوں کی ایک تھیلی آئی میں نے بغیر کھولے حجام کی خدمت میں پیش کر دیا۔ میری پیشکش پر وہ آپے سے باہر ہو گیا اور لال پیلا ہو کر بولا تمہیں شرم نہیں آتی؟ کیا تم نے یہ نہیں کہا تھا کہ حجامت خدا کے واسطے بنا دو اور اب تم اس کا معاوضہ دے رہے ہو؟ میں نے خدا کے واسطے کام کیا تھا۔ تم اس کا معاوضہ دینے والے کون ہوتے ہو؟ میں یہ سن کر پشیمان ہو کر واپس آ گیا۔

فلسفہ حج

حضرت جنیدؒ کی خدمت میں ایک شخص آیا آپ نے پوچھا کہاں سے آنا ہوا؟

جواب ملا حج پر گیا تھا وہیں سے آیا ہوں جنیدؒ نے پوچھا اس وقت سے لے کر جب کہ تم نے اپنے گھر کو خیرباد کہا گناہوں کو بھی خیرباد کہا یا نہیں۔

نہیں ایسا تو نہیں ہوا اس شخص نے جواب دیا پھر تم نے کیسا حج کیا۔ اچھا یہ بتاؤ کہ اس سفر کے دوران تم نے جس منزل پر بھی پڑاؤ کیا کیا تم نے اس موقع پر خدا تعالیٰ کی طرف بھی کوئی منزل طے کی؟ نہیں اس نے عرض کیا۔

پھر تم نے راہ حج کا سفر منزل بہ منزل تو نہ کیا حضرت جنید بولے اچھا یہ بتاؤ کہ جب تم نے مقام میقات پر احرام باندھا تو کیا تم نے اپنی ذات سے انسانی اور نفسانی کمزوریوں کا جامہ بھی اتار پھینکا تھا جس طرح تم نے اپنا دنیوی لباس اپنے جسم سے اتار دیا تھا۔

نہیں اس شخص نے جواب دیا۔

پھر تم نے احرام کہاں باندھا۔ جنید بولے اچھا یہ بتاؤ کہ جب تم نے مقام عرفات میں قیام کیا تو کیا تم نے ایک لمحہ بھی خدا کے کامل دھیان میں گزارا؟

نہیں۔

پھر تم نے عرفات کا قیام کہاں کیا۔۔۔۔ اور جب تم مزدلفہ گئے اور اپنی دلی مراد پالی تو کیا تم نے تمام جسمانی خواہشات کو اپنے سے الگ کر دیا؟

نہیں

پھر تم مزدلفہ نہیں گئے حضرت جنید نے کہا۔۔۔۔

پھر جب تم نے کعبۃ اللہ کا طواف کیا تو کیا اس خانہ پاک میں جمال خداوندی کا مشاہدہ کیا۔

نہیں

پھر تم نے درحقیقت کعبے کا طواف ہی نہیں کیا جب تم نے صفا و مروہ کے درمیان سعی کی تو کیا تم نے صفاء پاکیزگی اور مروت و نیکی کا مقام حاصل کیا۔

نہیں

تو اس کا مطلب ہے کہ تم نے سعی نہیں کی جب تم منیٰ میں گئے تو کیا تمہاری تمام خواہشیں ختم ہو گئیں۔

نہیں۔

تو پھر تم منیٰ کہاں گئے اچھا جب تم مقام ذبح پر گئے۔ اور قربانی ادا کی تو کیا تم نے خواہشات جسمانی کی تمام ضرورتوں کی قربانی کی۔

نہیں

پھر تم نے کوئی قربانی ہی نہیں کی۔ اچھا جب تم نے رمی جمار (کنکریاں پھینکنے کا عمل) تو جتنے دنیوی خیالات تم سے چپکے ہوئے تھے کیا ان سب کو اپنے سے الگ پھینک دیا

نہیں

پھر تم نے کنکریاں نہیں پھینکیں اور حج کے شعار ادا نہیں کئے۔ واپس جاؤ اور اس طریقے سے حج ادا کرو جس طریقے پر میں نے تمہیں بتایا ہے۔ حضرت جنیدؒ نے گہری سنجیدگی سے جواب دیا تاکہ مقام ابراہیم تک پہنچ سکو۔

چور کی نصیحت

امام احمد بن حنبلؒ اکثر کہا کرتے تھے۔ خدا ابوالہیثم پر رحم

کرے ایک روز امام صاحب کے لڑکے عبداللہ نے پوچھا۔ بابا ابوالہیثم کون ہے امام صاحب نے کہا جس دن مجھے خلیفہ کے سپاہی دربار میں لے گئے تھے اور مجھے کوڑوں سے نوازا گیا تھا اس دن کا ذکر ہے ہم راہ سے گزر رہے تھے کہ ایک آدمی ہم سے ملا اور پوچھنے لگا مجھے پہچانتے ہو میں مشہور چور اور عیار ابوالہیثم ہوں۔ میں وہ ہوں میرا نام شاہی دفتر میں ثبت ہے بار بار چوری کرکے پکڑا گیا اور بڑی بڑی سزائیں جھیلیں اگر صرف کوڑوں کی مار گنوں تو سب ملا کر اٹھارہ ہزار ضرور پڑی ہوں گی اس کے باوجود بھی میری استقامت دیکھو اب تک چوری سے باز نہیں آیا جب بھی کوڑے کھا کر جیل سے نکلتا ہوں سیدھا چوری کی تاک میں چلا جاتا ہوں میری استقامت کا یہ حال شیطان کی اطاعت میں ہے دنیا کی خاطر ہے افسوس تم پر اگر اللہ کی محبت میں اتنی استقامت بھی نہ دکھا سکو اور دین حق کی خاطر چند کوڑے بھی برداشت نہ کر سکو

میں نے جب یہ سنا تو اپنے جی میں کہا اگر ہم حق کے خاطر اتنا بھی نہ کر سکے جتنا دنیا کی خاطر ایک چور کر رہا ہے۔ تو ہماری بندگی پر ہزار حیف اور ہماری خدا پرستی سے بت پرستی لاکھ درجہ بہتر ہے۔

کس منہ سے اپنے آپ کو کہتا ہے عشق باز
اے روسیاہ تجھ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا

حق گوئی

قاضی ابو یوسفؒ امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد رشید اور خلیفہ ہارون الرشید عباسی کے زمانے میں قاضی القضاۃ یعنی چیف جسٹس تھے بہت حق گو اور انصاف پسند تھے ایک بار جمعہ کے روز ہارون منبر پر خطبہ دے رہا تھا۔ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا۔ "خدا کی قسم تم تقسیم دولت میں مساوات ملحوظ رکھتے ہو۔ نہ رعیت کے ساتھ عدل کرتے ہو تم نے یہ کیا تم نے وہ کیا ہارون الرشید کے حکم سے وہ شخص فوراً گرفتار کر لیا گیا اور نماز جمعہ کے بعد اس کے حضور پیش کیا گیا خلیفہ نے امام یوسفؒ کو بلوایا۔ قاضی صاحب آئے تو انہوں نے دیکھا کہ وہ شخص ہتھکڑی اور بیڑی میں جکڑا ہوا ہے اور جلاد اس کے سر پر کھڑے ہیں ہارون امام ابو یوسفؒ کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے کہا "اے ابو یوسف اس نے مجھ سے ایسی باتیں کہیں ہیں جو آج تک کسی نے کہنے کی جرات نہیں کی۔"

امام ابو یوسفؒ نے کہا۔ امیر المومنین تو اس میں کون سی بات تھی کہ آپ خفا ہو گئے اس طرح کی باتیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی کی گئیں اور آپ نے معاف کر دیا اور درگزر سے کام لیا ایک مرتبہ ایک شخص نے کہا میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ عدل کیجئے آپ نے جواب میں فرمایا اگر میں عدل نہ کروں گا تو اور کون کرے گا اور یہ کہہ کر اسے معاف فرما دیا ایک بار اس سے بھی زیادہ سنگین واقعہ ہوا زبیر اور ایک انصاری مدعی اور مدعا علیہ بن کر آپ کی خدمت میں پہنچے۔ آپ نے زبیر کے حق میں فیصلہ کر دیا اس پر انصاری نے کہا یا رسول اللہ کیا یہ فیصلہ آپ نے اس لئے کیا کہ زبیر آپ کی پھوپھی کے بیٹے ہیں۔ آپ نے یہ سنا اور انہیں معاف کر دیا

امام ابو یوسف کی یہ باتیں سن کر ہارون کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا اور اس نے اس شخص کی رہائی کا حکم صادر کر دیا۔

●●

موازنہ موت وحیات

از: جناب عبدالمجید صاحب صدیقی، کراچی

کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ (قرآن حکیم) "ہر شخص موت کو پانے والا ہے"

طبیعت تھی کل رات میری پریشاں   ستاتی تھی رہ رہ کے یادِ عزیزاں
وہ پھرتے تھے آنکھوں میں سب اگلے ساماں   کئے موت نے جو تہِ خاک پنہاں
میں بحرِ خیالات میں بہہ رہا تھا —— میں یوں دل ہی دل میں پڑا کہہ رہا تھا

کہ ہے موت خوشیاں بھلا دینے والی   عزیزوں کو ہم سے چھڑا دینے والی
مسرت کے ساماں لٹا دینے والی   دھوئیں حسرتوں کے اڑا دینے والی
دکھاتی تھی صدمے یہ طفل و جواں کے —— لگاتی ہے چھریاں کلیجے میں ماں کے

یہ ہے اونچے محلوں کو ڈھا دینے والی   محلوں کو ویراں بنا دینے والی
یہ چلتے ہوؤں کو گرا دینے والی   یہ ہنستے ہوؤں کو رلا دینے والی
جو داغِ یتیمی لگائے یہی ہے —— سہاگن کو بیوہ بنائے یہی ہے

وہ شکلیں جو تھیں سب دلوں کا سہارا   وہ شکلیں جو تھیں صورتِ ماہ پارا!
وہ شکلیں جو تھیں سب کی آنکھوں کا تارا   وہ شکلیں جو تھیں گویا برقِ شرارا
انہیں بن کے ڈائن ہے کھایا اسی نے —— انہیں خاک میں ہے ملایا اسی نے

جو تھے سنگ خارا وہ دل اس نے توڑے   جو منہ پر تھے کھاتے وہ منہ اس نے موڑے
جو آہن شکن تھے، وہ پنجے مروڑے   جو تھے محوِ نغمہ وہ کان اس نے پھوڑے
جو عشوہ شکن تھیں وہ آنکھیں نکالیں —— صلائے زمیں پر جو تھے وقفِ بالیں

بہت رشتوں کو پچھاڑا اسی نے   ہے بستے گھروں کو اجاڑا اسی نے
بنی صورتوں کو بگاڑا اسی نے   ملے دو دلوں کو بھی پھاڑا اسی نے
نہ کچھ اس کو پروائے شور و شغب ہے —— نہ کچھ اس کو سودائے رنج و تعب ہے

ملے اس کو موقعہ تو پھر کیسی دیری   رعایت ہے اس کو نہ میری نہ تیری
نہیں سامنے چلتی اس کے دلیری   دھری رہ گئی ساری شیروں کی شیری
ہے منصوبے سارے الٹ دینے والی —— ارادوں کو بالکل پلٹ دینے والی!

سنی موت نے جب یہ اپنی حکایت   کہا ہے سراپا غلط یہ شکایت
کہا طالبِ حق، کہا یہ رعایت   نہیں تو نے سمجھی مری غرض و غایت
نہ صدیقی بن مجھ سے نا آشنا تو —— حقیقت سمجھ میری بہرِ خدا تو

گلستانِ عالم کا ہے ایک مالی   نہیں کوئی کام اس کا حکمت سے خالی
کبھی اس نے ڈالی کوئی کاٹ ڈالی   کبھی اک نئی پود فوراً لگا لی
وہ ہے باغباں خوب ہشیار و دانا —— ہے زیبا اسے کاٹنا اور لگانا

میں مخلوق اُس حیّ و قیوم کی ہوں — نمود اس کی ہستی کے مفہوم کی ہوں
نہ دشمن گنہگار و معصوم کی ہوں — سخی کی عدو ہوں نہ میں شوم کی ہوں
میں ہوں خادمِ درگہِ لا یزالی ——— میں ہوں دستِ قدرت کی شانِ جلالی

میں پابندِ فرمانِ سرکار کی ہوں — میں اک شانِ قہار و جبار کی ہوں
میں خواہاں توانا نہ بیمار کی ہوں — روادار بے زر نہ زردار کی ہوں
کتابِ الم کا میں اوّل ورق ہوں ——— میں عبرت کے مکتب کا پہلا سبق ہوں

بقولِ طبیباں مرض لا دوا ہوں — میں بیماریِ ہجر کی اک شفا ہوں
بقا میں فنا ہوں، فنا میں بقا ہوں — غرض مختصر یہ کہ حکمِ خدا ہوں
بحکمِ خدا موجبِ شور و غل ہوں ——— خلیجِ محبت پہ میں ایک پُل ہوں

دکھاتی ہوں نیچا میں گردن کشوں کو — جگاتی ہوں غفلت سے سوئے ہوؤں کو
میں بھاتی ہوں دل سے بہت عارفوں کو — ملا دیتی ہوں حق سے میں طالبوں کو
مصاحب ہوں ایماں کے زندہ دلوں کی ——— میں ہوں ممتحن خلق کے حوصلوں کی

غرض کچھ نہیں مجھ کو پیر و جواں سے — نہ بیٹے سے مطلب نہ بیٹے کی ماں سے
نہ دلہن سے کام اور نہ دولہا میاں سے — بدن سے ہے مقصد مرا اور نہ جاں سے
یہ احساس ہے اپنے فرضِ گراں کا ——— مجھے خوف ہے خالقِ دو جہاں کا

ہے شاکی کیوں ہر خاص اور عام تیرا — ہے کیوں اتہام اور یہ الزام میرا
ارادہ خدا کا ہے اور کام تیرا — وہ فاعل حقیقی ہے اور نام میرا
شکایت کرو تو خدا کی کرو تم ——— عبث مجھ سے ڈرتے ہو حق سے ڈرو تم

کہ بخشا تمہیں جس نے یہ جسمِ خاکی — فقط یہ نہیں زندگی بھی عطا کی
لگی ہے ہوا تم کو حرص و ہوا کی — کیا ترکِ شکر اور بنتے ہو شاکی
سمجھتے ہو تم مجھ کو مدِ مقابل ——— میں دکھلا رہی ہوں زندگی کی ہی منزل

مرا کام مومن کو یاں سے چھڑانا — یہ دنیا ہے اس کے لیے قید خانہ
مگر جس نے دنیا کو جنت ہے جانا — جہنم میں کرتی ہوں اس کو روانہ
میں رہبر ہوں غازی کی دشتِ وغا میں ——— وہ ہو سر بکف جبکہ راہِ خدا میں

نہ ہوتی اگر یہ مری چیرہ دستی — تو دنیا یہ بن جاتی بوڑھوں کی بستی
یہی زندگی اس قدر ہوتی سستی — کہ مشکل سے کہہ سکتے پھر اس کو ہستی
جو سچ پوچھئے تو حقیقت یہی ہے ——— مرے دم سے ہی زندگی زندگی ہے

مقرر مرا وقت جو ہے اٹل ہے — اسی واسطے نام میرا اجل ہے
مرے سامنے کچھ نہ کس ہے نہ بل ہے — نہ کچھ حیل و حجت نہ کچھ آج کل ہے
نہیں فرض سے اپنے ہوتی میں غافل ——— اشارہ یہ کافی ہے تو گر ہو عاقل

کہا میں نے اسے موت بالکل بجا ہے — میں بندہ ہوں اس کا جو تیرا خدا ہے
مجھے بھی فنا ہے، تجھے بھی فنا ہے — فقط ایک ذاتِ خدا کو بقا ہے

اگر تیرے ملنے سے میں اس کو پاؤں!
تو آ تجھ کو فوراً گلے سے لگاؤں

یہ وہ مضمون ہے کہ ہو گا نہ پرانا ہرگز

از: شمس آروی، کلکتہ

آج کا انسان عقائد و مذاہب میں خواہ کتنا ہی متضاد و مختلف کیوں نہ ہو مگر تہذیب و تمدن اور معاشرت جدید میں وہ عالمگیر یکسانیت و ہم آہنگی کا اس درجہ علمبردار ہے کہ ایک کو دوسرے سے ممیز کرنا مشکل ہے۔ مذہب و مسلک انسان کا ایک رسمی و خیالی جزو بن کر رہ گیا ہے جس کے اثرات اس کی عملی زندگی میں قطعاً نہیں پائے جاتے۔ مذہب سے ایک ذہنی وابستگی باقی ہے گویا انسان نے اپنے مشاہدات اور عقلی استدلات سے اپنی عملی زندگی میں زمانے کے تاثرات کو قبول کر لیا اور مذہب سے عملی طور پر اسے کوئی سروکار ہی نہیں رہا خواہ وہ عقیدۃً نصرانی ہو، عیسائی ہو، زرتشتی ہو یا مومن۔ سائنس و عقل کی روزافزوں کرشمہ سازیوں کے دور میں انسان کا کسی مذہب یا مسلک سے منسلک رہنا ایک کورانہ عقیدت مندی کی بات تو ہو سکتی ہے پر کسی حال میں نفس پرستوں کے نزدیک یہ عقل لگتی بات نہیں۔ عصر حاضر کا انسان مادیت و نفسانیت کی دنیا میں ترقیوں کے ان منازل کو پہنچ رہا ہے۔ جہاں اسے اپنی آقائیت و حاکمیت بلکہ خالقیت کا جلوہ نظر آنے لگا ہے ظاہر ہے ان حالات میں خود پرستی کی تاریکیوں سے نکل کر حقیقت و صداقت کا مشاہدہ کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ یہ بہت ہی اعلیٰ و ارفع کام ہے۔ جو سائنس و عقل کے ادراک سے باہر ہے۔

حیرت ہے کہ اس طوفانی بہاؤ میں نور حق کے علمبردار سینہ سپر کیا ہوتے خود ہی حوادث زمانہ کے شکار بن کر رہ گئے۔ عقل و سائنس کی فتنہ خیزیوں نے ان کے دل و دماغ کو بھی مسخر کر لیا اور یہ مجبور محض ہو کر انسانوں کی دنیا میں عضو معطل ہو گئے۔ آخر ایسا کیوں ہوا؟ اسباب کی دنیا میں اس پر ضرور غور کرنا ہو گا۔ تا کہ حقیقت بے نقاب ہو جائے۔

انسانوں کا ایک گروہ عقل و مشاہدے کی دنیا میں اپنے نفس کے مطالبے پر زندگی گذارنا پسند کرتا ہے اور دوسرا گروہ اپنے خالق حقیقی سے فرستادہ احکام پر زندگی گذارنا اپنی سعادت سمجھتا ہے۔ ابتدائے آفرینش سے انہی دو قسم کے آدمیوں کا گروہ اس کرۂ ارض پر پھیلا ہوا ہے۔ اصل میں انسانوں کی ہٹ دھرمی، غلط فہمی اور ذہنی اُپج بنائے اختلاف رہی جسے بالفاظ دیگر کفر و اسلام یا حق و باطل کی کشمکش کہیئے۔ انسان کے لئے از خود ایسی راہ متعین کرنا جو اسکے مختلف جذبات و رجحانات اور تقاضوں کو پورا کر سکے ناممکن ہے۔ چونکہ ایک ضعیف البیان انسان اپنی محدود عقل، ناقص تجربہ اور قیاسات کی روشنی میں خود اپنی ذات کے ساتھ پورا پورا انصاف کرنے سے قاصر ہے۔ آج کی ترقی پذیر دنیا خود ہی انسان کی بے بسی کا گلہ کر رہی ہے کہ لوازمات زندگی کا کوئی ایک پہلو بھی صحیح طور پر حل نہ ہو سکا اور نوع انسانی کے مختلف مسئلے انتہائی اور امکانی جد و جہد کے باوجود عقدۂ لاینحل بنے ہوئے ہیں۔ انسان مصائب و آلام کا شکار ہے۔ امن و چین مفقود ہے۔ عزت و آبرو غیر محفوظ ہے۔ انسان انسان کا دشمن ہے۔ یہ ایک امر واقعہ ہے جو موجودہ انسانی عقل و تہذیب کے شیدائیوں کیلئے باعث ننگ ہے اور عبرت آموز بھی۔ لیکن تعصب و ہٹ دھرمی کی اور بات ہے

اس کے برخلاف زندگی کے اس نظام حیات پر سنجیدگی و متانت کے ساتھ غور کیجئے جس میں انسانوں کو عدل و انصاف، حق شناسی و حق پرستی اخلاص و محبت ایثار و قربانی، دیانتداری و راست بازی تواضع و انکساری، جود و سخا، رحمدلی و شفقت، امن و سلامتی، توکل و قناعت، عالی حوصلگی و وسیع النظری پاکیزگی نفس اور اخلاق حسنہ کی دعوت دی گئی ہے تاکہ انسان اپنی اصلیت و حقیقت کے جوہر کو صحیح طور پر استعمال کر کے اپنے تفویض کردہ منصب کا اہل بن سکے صرف یہی نہیں کہ انسانوں کو محض دعوت ہی دی گئی ہے نہیں بلکہ داعی نے شدید مخالفت و مزاحمت کے باوجود اپنی زندگیوں کو نمونۂ دعوت بنا کر پیش کیا۔ اپنے عمل و کردار سے دعوت کو زندہ جاوید رکھا۔ اخلاص و محبت میں خود ڈوب کر دعوت حق سے عام انسانوں کو روشناس کرایا۔ انسانوں کو جھنجوڑا بیدار کیا۔ ظلالت و گمراہی کی تاریکیوں سے نکالا اور نور حق کی روشنی سے انہیں متعارف کرایا۔ حیوانیت سے انسانیت کی سطح پر کھڑا کیا جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ زمین انسانوں کی فتنہ خیزیوں سے پاک ہوئی۔ زندگی کا صحیح نقشہ ابھرنے لگا۔ اور ایک مکمل ضابطہ حیات دنیا کے سامنے آیا اور داعی کا مشن مکمل ہو گیا۔

وہ دعوت جس کی ابتداء تخلیق آدم سے ہوئی اور مختلف ادوار سے گذری اور وسیع سے وسیع تر ہوئی بالآخر پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ تکمیل دعوت بے شک ہو چکی لیکن کار دعوت کا وہ لامتناہی سلسلہ کسی نہ کسی شکل میں جاری ہے۔ وہ دعوت جو انسان کی رہنمائی کے لئے نازل ہوئی۔ اپنی اصل شکل میں موجود ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ انسانوں نے جب بھی دعوت حق کے احکام و فرامین کے مطابق زندگیاں گذاریں تو ان کی عظمت و منزلت کے پھریرے آسمان پر اڑنے لگ گئے دنیا خوشحالی و فارغ البالی سے لہلہا اٹھی لیکن نفس پرستی سے مغلوب ہو کر جب انسان نے خود ہی راستہ تجویز کرنا شروع کیا، حق و باطل کو خلط ملط کیا۔ مذہبی گمراہیوں کا جال بچھایا اور ہدایت الٰہی کو پس پشت ڈال دیا تو

پھر ضلالت و انحطاط کے گڑھے میں جا گرے۔

انسانوں کا ایک گروہ دنیا کی بساط پر آج بھی موجود ہے جو اپنے کو دعوتِ حق کا حامل کہتا ہے جسے عرفِ عام میں مسلمان (اللہ کا مطیع و فرمانبردار) کہا جاتا ہے جو نوعِ انسانی کو دعوتِ عام دینے کا مکلف ہے پر اس کی عملی کوتاہیاں قول و قرار کے باوجود سدِ راہ ہیں اسلامی لیبل کے ہوتے ہوئے اسلام اور اسلامیات سے اس کی زندگی یکسر غیر متاثر ہے۔ آج اسلام کتابوں میں محفوظ ہے۔ آج عملی زندگی میں اور روزمرہ کے معاملات میں اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں رہا۔ غیر شعوری ایمان میں وہ حرارتِ ایمانی کس طرح سے پیدا ہو سکتی ہے جو حصولِ ایمان کی خاطر محنت سے مصائب کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنے سے پیدا ہوتی ہے دراصل ان کا شعوری ایمان تھا۔ اُن کو اس کی قیمت دینی پڑتی تھی۔ وہ ایمان کی کیفیت و حقیقت سے آشنا تھے۔

تاریخ شاہد ہے کہ انہی کی مخلصانہ کوششوں سے دنیا منور ہوئی اور ہمیں تو وراثت میں ایمان ملا ہے جس کا مفہوم ہمارے خیال میں زیادہ سے زیادہ الٹی سیدھی نماز کی ادائیگی ہے۔ خواہ زندگی کی جملہ معاملات میں ہمارا طرزِ عمل جیسا بھی ہو۔

ہم اپنے طرزِ عمل سے اسلام کو غلط رنگ میں پیش کر رہے ہیں اور باہمی جھگڑوں میں الجھ کر اللہ کے دین کو چھپائے ہوئے ہیں۔ قرآن کو عقیدت کی نگاہوں سے دیکھ کر ہم حقِ قرآن ادا کر رہے ہیں۔ میلاد کی محفلوں سے آخرت خرید رہے ہیں۔ ذکرِ شہادت سے غمِ حسینؓ کی یاد تازہ کر رہے ہیں۔ اور ماتم کی مجلسوں میں محبتِ علیؓ کا اعادہ کر رہے ہیں۔ کیا یہی درسِ قرآن ہے؟ کیا یہی قرونِ اولیٰ کا اسلام ہے؟ کیا یہی فوز و فلاح کا راستہ ہے؟ یہ ایک غور طلب امر ہے۔

ایک حدیث پر اس مضمون کو ختم کرتے ہوئے اہلِ نظر حضرات سے مخلصانہ گزارش ہے کہ اسلام کے صحیح خط و خال کو حقیقت کی لکیروں سے پیش کرنے کی کوشش کریں۔ تاکہ خدا ناشناس دینِ حق کی لذت و

باقی صفحہ ۲ پر

معلومات

مرجانی — جزیروں کا دیس

جزائر مالدیپ میں اسلام کیسے پہنچا ہے

مجھے چند سال پہلے ایک بین الاقوامی تکنیکی مشن پر جمہوریہ مالدیپ جانے کا اتفاق ہوا کراچی سے کولمبو پی آئی اے کے جہاز سے پہنچا اور وہاں سے آگے مالدیپ تک سری لنکا ایئرویز کا سہارا لینا پڑا۔ اس وقت مالدیپ کے لیے فضائی سروس کی سہولت سری لنکا ایئرویز اور انڈین ایئرلائنز ہی کے ذریعے ممکن تھی۔

کولمبو سے ہوائی جہاز اڑ کر جنت نشان جمہوریہ مالدیپ کی فضا میں داخل ہوا تو نیچے کا منظر نہایت دل کش پایا۔ ہر طرف بڑے چھوٹے بوٹے ہرے بھرے جزیرے نظر آ رہے تھے گویا خوبصورت گلدستے نیلگوں سمندر کی سطح پر تیر رہے ہوں۔

میں جمہوریہ مالدیپ میں ایک سال تک مقیم رہا۔ اس عرصے میں یہ خوشنما جزائر اور اس کے منکسر مزاج باشندے میں نے قریب سے دیکھے اور ان یادوں کا مرقع میری کتابِ زیست کا انتہائی خوبصورت جزو ہے۔

جمہوریہ مالدیپ ۱۸۰۰ چھوٹے بڑے جزیروں پر مشتمل ہے یہ جزائر بھارت اور سری لنکا کے جنوب مغرب میں ۷ درجے عرض بلد شمالی سے لے کر خط استوا کے پار ایک درجہ عرض بلد جنوبی کے درمیان بحر ہند میں یوں بکھرے ہوئے ہیں جیسے نیلے آسمان پر کہکشاں کے تارے ہوں۔ ان کے شمال مشرق میں بھارت کا جنوبی گوشہ راس کماری قریب ترین پڑتا ہے راس کماری سے مالدیپ کا فاصلہ ۵۹۵ کلومیٹر اور سری لنکا سے ۶۷۰ کلومیٹر ہے۔ مالدیپ کا ہر جزیرہ اپنی جگہ ایک شہر ہے۔ تمام جزیرے ایک دوسرے سے الگ تھلگ ۹۰۰۰۰ کلومیٹر کی وسعت میں واقع ہیں۔

ان جزائر کے درمیان زیادہ سے زیادہ فاصلہ ۸۲۸ کلومیٹر ہے۔ مجموعی رقبہ ۲۹۸ مربع کلومیٹر ہے۔ کسی جزیرے کا رقبہ تیرہ مربع کلومیٹر سے زیادہ نہیں تقریباً سب جزیرے ہموار ہیں۔

مالدیپ کے لیے ویزے کی ہرگز کوئی پابندی نہیں۔ ایئرپورٹ ہی پر ویزا لگا دیا جاتا ہے۔ فطرت کے تراشے ہوئے یہ خوبصورت جزیرے سیاحوں کی جنت ہیں۔ سال بھر یہاں مغربی ممالک اور دوسری جگہوں کے سیاحوں کا تانتا بندھا رہتا ہے۔

جزائر مالدیپ کی مچھلیاں مختلف قسم کی ہیں یہ دنیا کی اعلیٰ ترین مچھلیوں میں شمار کی جاتی ہیں اور مالدیپ کی معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کا درجہ رکھتی ہیں۔ ان کی برآمد سے معقول زرِ مبادلہ حاصل ہوتا ہے۔ دوسرے درجے پر سیاحت ہے ان کے علاوہ جہاز رانی اہلِ مالدیپ کا آبائی پیشہ ہے۔

جمہوریۂ مالدیپ کی آبادی سو فی صد مسلمان ہے۔ یہاں مسجدیں پانچوں وقت نمازیوں سے بھری رہتی ہیں۔ مالدیپ کے لوگ سچے مسلمان، ایماندار، جفاکش اور خوش اخلاق ہیں۔ ماہ رمضان کی آمد پر چاند رات کو توپوں کی سلامی دی جاتی ہے تو پوری جمہوریہ میں خوشی کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ عید کے دن بھی یہی سماں ہوتا ہے۔ عید کا چاند نظر آتے ہی تو میں داخل جاتی ہیں لوگ جوق در جوق عیدگاہ کا رخ کرتے ہیں اور رنگ برنگ جھنڈیوں سے آراستہ کشتیوں میں بیٹھ کر جنت نظیر جزیروں کی سیر کو نکل جاتے ہیں۔ غرض کئی دن تک عید کا سا سماں رہتا ہے۔

جمہوریۂ مالدیپ کی آب و ہوا معتدل گرم مرطوب ہے۔

کیونکہ خط استوا پر واقع ہونے کی وجہ سے یہاں سورج سال میں دو بار یعنی مارچ اور ستمبر میں عموداً چمکتا ہے۔ اوسط درجہ حرارت ۲۳ و ۳۳ اور ۳۰ و ۲۶ سنٹی گریڈ کے درمیان رہتا ہے۔ بارش بہت ہوتی ہے یہاں نومبر سے اپریل تک شمال مشرقی مون سون ہوائیں اور مئی سے اکتوبر تک جنوب مغربی مون سون ہوائیں چلتی ہیں۔ بارش کی سالانہ اوسط ۸۰ و ۹۰ انچ میسر ہے۔

تمام جزائر سے مرجان یعنی مونگے نامی کیڑوں کے بنائے ہوئے ہیں۔ کوئی جزیرہ سطح سمندر سے زیادہ بلندی پر واقع نہیں مگر خط استوا کے قریب ہونے کی بنا پر سمندر میں زیادہ طوفان آتے ہیں۔ نہ پانی جزیروں پر چڑھتا ہے۔ ان کی مٹی میں سمندر کا پانی بھی جذب نہیں ہوتا ہے اس طرح جزیروں کے کنوؤں سے پینے کے لیے میٹھا پانی دستیاب ہوتا رہتا ہے۔ چونکہ جزیروں کی مٹی میں بارش کے پانی کے ساتھ ساتھ دوسرا گندہ پانی بھی جذب ہوتا رہتا ہے۔ اس لیے حکومت کی طرف سے تقطیر شدہ صاف پانی فراہم کرنے کا انتظام کیا گیا ہے اس کے علاوہ لوگ اپنے گھروں کی چھتوں پر یا دو سیمنٹ ٹینک بنا کر ان میں بارش کا پانی صاف شفاف جمع کر لیتے ہیں اور پھر نلوں میں ڈال کر کھانے پینے اور دوسرے کاموں کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ یہ صرف پختہ مکانوں ہی میں ممکن ہے۔ راقم الحروف جس مکان میں قیام پذیر تھا اس میں ایسا ہی نظام رائج تھا۔

ان جزیروں میں کاشت نہیں کی جاتی، تاہم یہ ناریل کے درختوں سے پٹے پڑے ہیں۔ ناریل سے خوردنی تیل حاصل کرنے کے علاوہ اس کے چھال سے عمدہ رسے تیار کیے جاتے ہیں ڈبوں میں بند مچھلی ناریل رسے اور دوسری سمندری پیداوار برآمد کی جاتی ہے۔ اہل دیپ کی عام غذا مچھلی اور چاول ہے چاول درآمد کیا جاتا ہے۔ کپڑا بجلی کا سامان اور دوسری مشینی اشیاء بھی درآمد ہوتی ہیں۔ آپ کسی بھی جزیرے میں نکل جائیے وہاں کوئی مویشی گائے، بکری، اونٹ، گھوڑا، گدھا حتیٰ کہ کتا بلی بھی نظر نہیں آئیں گے۔ ایک شہر سے دوسرے شہر یعنی ایک جزیرے سے دوسرے جزیرے تک پہنچنے کے لیے پختہ شاہراہوں کی بجائے سمندر کی نیلگوں سڑکیں ہی استعمال ہوتی ہیں۔ آپ اسپیڈ بوٹ یعنی تیز رفتار کشتیاں یا یوں کہیے کہ مالدیپ کی سمندری ٹیکسیاں پکڑیئے اور مطلوبہ جزیرے میں پہنچ جائیے۔ راقم الحروف خود مالے میں رہتا تھا جو مالدیپ کا دارالسلطنت ہے اور سفر اقتضٰی کی ادائیگی کے لئے ان تیز رفتار بوٹوں، ٹیکسیوں میں دوسرے جزائر تک آیا جاتا تھا۔

صدر جمہوریہ جناب مامون عبدالقیوم نہایت ذہین، محنتی اور جامعہ ازہر قاہرہ کے اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں۔ ان کی پرکشش شخصیت ہر ایک کا دل موہ لیتی ہے۔ وہ نومبر ۱۹۷۸ء سے جمہوریہ مالدیپ کے صدر ہیں وہ اسلامی ممالک کے باہمی اتحاد اور تعاون کو خاص اہمیت دیتے ہیں جمہوریہ مالدیپ ایک غیر جانبدار ملک ہے۔ اور تنظیم سارک کا فعال رکن ہے۔ پاکستان سری لنکا، بھارت، بنگلہ دیش اور دوسرے ممالک سے اس کے تعلقات خوشگوار ہیں۔

جنوری ۱۹۸۳ء میں جناب مامون عبدالقیوم پاکستان کے دورے پر تشریف لے گئے اور دسمبر ۱۹۸۵ء میں صدر پاکستان جنرل ضیاء الحق مالدیپ تشریف لے گئے اس طرح دو برادر اسلامی ملکوں کے درمیان تعلقات اور یکجہتی کو فروغ حاصل ہوا۔ یہ دونوں ممالک اسلامی کانفرنس کے بھی رکن ہیں۔ پاکستان مالدیپ سے کئی شعبوں میں تعاون کر رہا ہے۔

جزائر مالدیپ میں اسلام کیسے پہنچا؟

۱۱۵۳ء کے لگ بھگ مراکش کے ایک بزرگ صوفی ابو البرکات یوسف البربری مالدیپ تشریف لائے اور مالدیپ کے دارالسلطنت مالے میں قیام پذیر ہوگئے یہاں انہوں نے اسلام کی شمع روشن کی۔ اس سلسلے میں ابن بطوطہ نے ایک عجیب واقعہ بیان کیا ہے۔ وہ کہتا ہے:۔

"ابوالبرکات الیوسف البربری مالدیپ پہنچے تو وہاں پر بدھ مت کا دور دورہ تھا اور بت پرستی عام تھی۔ ابوالبرکات نے دارالسلطنت مالے میں ایک مکان میں قیام فرمایا جس میں ایک بوڑھی عورت اور اس کی جوان سال لڑکی بھی رہتی تھیں اس وقت وہاں ایک رواج یہ تھا کہ ہر ماہ قرعہ اندازی کے ذریعے ایک کنواری لڑکی منتخب کی جاتی اور مقررہ دن شام کے وقت دلہن کی طرح بنا سنوار کر ساحل پر واقع ایک مندر میں بٹھا دی جاتی۔ لوگ تیزی سے لوٹتے اور اپنے اپنے گھروں میں چھپ جاتے۔ وہ مندر کی طرف چھپ کر بھی نہیں دیکھتے تھے۔ غروب آفتاب کے بعد جب افق پر اندھیرے کے سیاہ بادل چھا جاتے تو سمندر سے آگ کے شعلے پھینکتا ایک خوفناک جن ظاہر ہوتا اور معصوم لڑکی کی قربانی قبول کرکے چلتا بنتا۔ صبح جب لوگ مندر میں پہنچتے تو وہاں عصمت دری کی حالت میں لڑکی مردہ ملتی۔ ان لوگوں کا عقیدہ تھا کہ اگر وہ ہر ماہ اس خوفناک بحری جن کے حضور کنواری لڑکی کا نذرانہ پیش نہیں کریں گے تو وہ مالدیپ کے تمام لوگوں کو ختم کر دے گا

"اتفاق سے اس ماہ جس لڑکی کا انتخاب عمل میں آیا وہ اسی ضعیفہ کی اکلوتی بیٹی تھی جس کے گھر میں جناب ابوالبرکات مقیم تھے حضرت ابوالبرکات گھوم پھر کر واپس لوٹے تو ماں بیٹیوں کو زار و قطار روتے پایا۔ دریافت کرنے پر جب حقیقت حال معلوم ہوئی تو انہوں نے ماں بیٹیوں کو دلاسا دیتے ہوئے فرمایا:۔

میزبان محترمہ! آپ ہرگز غمگین نہ ہوں۔ آپ کی بیٹی ان شاء اللہ محفوظ رہے گی۔ میں رات کی تاریکی میں لڑکی کی جگہ خود اس شیطان صفت جن کو دیکھ لوں گا۔"

مقررہ تاریخ پر لڑکی کو عمدہ ریشمی کپڑے پہنا کر دلہن بنایا گیا جن کے حکم کی رو سے ہر شخص کے لئے ضروری تھا کہ وہ قربانی پیش کرنے کے موقع پر اظہار مسرت کرے چنانچہ لڑکیاں مخصوص گیت الاپ رہی تھیں۔ باہر ساز بج رہا تھا اور پجاری منتر پڑھ رہے تھے۔ آخر کار ایک سجے ہوئے ڈولے میں لڑکی بٹھائی گئی ساتھ عورتوں مردوں اور پجاریوں کا اژدہام تھا۔ حضرت ابوالبرکات بھی جلوس کے ہمراہ چل رہے تھے۔ گانا بجانا یہ جلوس جب مندر پہنچا تو شام کے سائے ڈھلنے شروع ہوگئے تھے اہل جلوس مع ابوالبرکات مندر میں داخل ہوئے اس موقعہ پر لڑکی کی ماں بھی موجود تھی۔ لڑکی مقررہ جگہ پر بٹھادی گئی۔ دستور کے مطابق پیچھے دیکھے بغیر تمام لوگ تیزی سے واپس ہوئے۔ اس موقعہ پر فائدہ اٹھا کر حضرت ابوالبرکات نے لڑکی کو ایک دبیز چادر اڑھا دی اور اسے اس کی ماں کے حوالے کرتے ہوئے اشارہ کیا کہ وہ فوراً اندھیرے میں اسے گھر لے جائے۔ کوئی پیچھے مڑ کر نہیں دیکھ رہا تھا۔ اس لیے ماں بیٹی پر کسی کی نگاہ نہ پڑی۔ انہوں نے ہدایت کی کہ لڑکی گھر میں چھپا کر اگلے دن کا انتظار کیا جائے۔

یہ منصوبہ کامیاب رہا لڑکی اپنے گھر واپس چلی گئی۔ مندر میں ابوالبرکات خود اس کی جگہ بیٹھ گئے تھوڑی دیر بعد انہوں نے دیکھا کہ سمندر کی جانب سے زبردست روشنیوں میں لپٹا ایک جہاز مندر کی جانب آرہا ہے۔ دور سے یہی گمان ہوتا تھا کوئی آگ کے شعلوں میں لپٹی ساحل کی طرف بڑھ رہی ہے۔ حضرت حافظ قرآن تھے آپ نے بلند آواز میں قرآن شریف کی تلاوت شروع کردی۔

نام نہاد جن جب مندر میں داخل ہوا تو وہ ایک فرشتہ صورت انسان کو ایک نامعلوم مگر پرکشش زبان میں بہ آواز بلند تلاوت کرتے دیکھ کر ٹھٹکا۔ وہ خوف سے لرز اٹھا اور اسے یقین کامل ہو گیا کہ مجھے سزا دینے کے لیے آسمان سے کوئی ہستی نازل ہوئی ہے جس کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ وہ فوراً ہی پلٹا اور اسی جہاز میں بیٹھ کر رفو چکر ہو گیا۔

صبح دستور کے مطابق لوگ لڑکی کا حشر دیکھنے مندر میں پہنچے تو وہاں اس کے بجائے ایک اجنبی کو زندہ حالت میں ہشاش بشاش پا کر دنگ رہ گئے۔ ان کے استفسار پر حضرت ابوالبرکات نے فرمایا کہ انہوں نے جن کو بھگا دیا ہے اور اب وہ کبھی واپس نہیں آئیگا۔ لوگ تشکر اور عقیدت کے جذبات سے معمور ہو گئے اور انہوں نے ابوالبرکات کو راجہ کے سامنے پیش کیا۔ راجہ کے پوچھنے پر حضرت نے پورا قصہ سنایا اور پھر اسے دعوت اسلام دی۔

"کہا جاتا ہے کہ ہر ماہ بحری جن کے بھیس میں نمودار ہونے والا مہاراجہ خود ہی تھا۔ اپنی نفسانی ہوس پوری کرنے کے لیے اس نے ڈھونگ رچا رکھا تھا۔ چنانچہ راجہ نے حضرت ابوالبرکات کو مخاطب کر کے کہا:

دیکھو اجنبی! تمہارا دعویٰ ہے کہ تم نے جن کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بھگا دیا ہے اب میں دیکھتا ہوں کہ وہ اگلے ماہ آتا ہے یا نہیں اگر جن واقعی نہ آیا تو میں تمہارا مذہب قبول کروں گا۔ تم اس وقت تک مالدیپ کے صدر مقام مالے سے باہر نہیں جا سکتے۔

حضرت ابوالبرکات نے راجہ کا چیلنج قبول کر لیا۔ درحقیقت راجہ نے حضرت ابوالبرکات کو اور حضرت نے راجہ کو پہچان لیا تھا جس کا اظہار اس وقت مناسب نہ تھا۔

حضرت ابوالبرکات انتہائی تندہی سے اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں مشغول ہو گئے لوگوں نے بھی نیا مذہب خاصا پسند کیا اور جوق در جوق حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے۔

راجہ حضرت کی اس مقبولیت سے واقف تھا۔ اس نے سوچا اجنبی یقیناً ایک نیک انسان ہے۔ اس نے مجھے پہچان لیا ہے مگر یہ راز کسی پر افشاں نہیں کیا۔ آج پورا مالدیپ اس کا عقیدت مند ہو چکا ہے اس کا ذرا سا اشارہ بھی پڑ جائے تو لوگ میری تکا بوٹی کر دیں گے۔ بہتر یہی ہے کہ میں اس اجنبی سے صلح صفائی کر کے اس کا دین قبول کر لوں۔ چنانچہ [illegible] راجہ نے حضرت ابوالبرکات کو دربار میں بلایا اور ان کے ہاتھ پر [illegible] اسلام [illegible]

مبلغ روانہ کیے گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے ۱۲۰۰ جزیروں پر مشتمل پورا مالدیپ اسلام کی روشنی سے منور ہو گیا۔"

حضرت ابوالبرکات الیوسف البربری کا مقبرہ آج بھی دارالحکومت مالے میں بابائے مالدیپ کی حیثیت سے ہر شخص کی زیارت گاہ بنا ہوا ہے۔ ایک خاص بات قابل توجہ ہے کہ مالدیپ میں نہ مجاوروں کا مزار پر جمگھٹا رہتا ہے اور نہ کوئی گداگر کسی جگہ بھیک مانگتا نظر آتا ہے۔ اسلامی قوانین کے مطابق وہاں گداگری ممنوع ہے۔

مالدیپ کے پہلے مسلم حکمران کا نام تیموگ باکلامنجا تھا۔

۱۱۵۳ء میں اس نے اسلام قبول کر کے سلطان محمد ابن عبداللہ کا نام اختیار کیا اور مزید تیرہ برس تک حکومت کی۔ اس نے جزائر مالدیپ میں کئی مسجدیں بنوائیں۔ اور اسلامی قوانین رائج کیے۔

۱۱۶۶ء میں حج کے ارادے سے ایک بحری جہاز پر سوار ہو کر چلا لیکن اس کا کہیں سراغ نہ ملا۔

سلطانہ خدیجہ ریحان وصی کاباتی کلیج مالدیپ کی پہلی خاتون حکمران تھی وہ اپنے چھوٹے بھائی شہاب الدین کی وفات پر ۱۳۴۲ء میں پہلی بار حکمران بنی۔ اس کا خاوند جمال الدین وزیر اعظم اور طاقتور منتظم تھا۔ اس دور میں شاہی فرامین ناریل کے پتوں پر دھاتی قلم سے لکھے جاتے۔ کاغذ صرف قرآن اور دیگر علمی تصانیف کے لیے استعمال ہوتا۔ انہی دنوں ۱۳۴۴ء میں ابن بطوطہ مالدیپ گیا اور وہاں قاضی کے فرائض انجام دیتا رہا۔ اس نے مالدیپ میں کئی شادیاں بھی کیں۔

۱۳۶۳ء میں جمال الدین نے اپنی بیوی خدیجہ کو تخت سے اتار دیا اور خود سلطان محمد الجلیل بن بیٹھا۔ تاہم اسی برس اس کے مرنے پر حکومت پھر خدیجہ کو مل گئی۔ سلطانہ نے ایک پلے عبداللہ نامی درباری سے شادی کی ۱۳۷۴ء میں یہی عبداللہ خود سلطان مالدیپ بن بیٹھے۔ خدیجہ نے ہمت نہ ہاری اور تین سال بعد عبداللہ کی وفات پر وہ پھر سلطانہ بن گئی۔ ۱۳۸۰ء میں اس کی

رئیس قادیان

۲ جلد (یکجا)

تالیف

مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوری رحمہ اللہ

- عمدہ کتابت، بہترین طباعت، کاغذ سفید عمدہ۔
- صفحات جلد اول ۴۱۰ - جلد ثانی صفحات ۴۲۵، کل صفحات ۸۳۵
- رنگین ٹائٹل، سلائی جزبندی، گردپوش کارڈ کی جلد
- مصنف نے قادیانیت کے بانی کی لن ترانیوں کا طلسم توڑا ہے
- اس کتاب میں مرزا قادیانی کی دکان آرائی کے صحیح واقعات منظر عام پر آگئے ہیں۔
- ابواب کی ترتیب میں عموماً واقعات کی ترتیب کو ملحوظ رکھا ہے
- جلد اول کے ۶۷ ابواب اور جلد ثانی کے ۹۹ ابواب ہیں
- مرزا قادیانی کے لڑکپن، تحصیل علم، جوانی، حیوانی، بڑھاپا، سیاپا کے تمام ترشستہ واقعات [illegible]
- مرزا قادیانی [illegible] دلنشین انداز میں بیان [illegible] پڑھنے سے واقعات کی تصویر آنکھوں کے سامنے گھومنے لگتی ہے۔ یہ کتاب اردو ادب کا مرقع ہے۔
- ہر دو جلد یکجا، لاگت قیمت ۶۰ روپیہ صرف ڈاک خرچ [illegible] ڈاک سے ارسال کی جائے گی

نوٹ: [illegible] وی پی ہرگز نہ ہو گی!

ملنے کا پتہ: دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، ملتان پاک

انتقال ہوا۔ اس نے کل ۵۳ برس حکمرانی کی۔

پرتگالیوں کے خلاف جہاد :-

عیسائی پرتگال ۱۵۱۳ء میں پہلی بار مالدیپ پہنچے۔ اس مہم کے دوران انہوں نے سلطان علی ششم کو شکست دے کر کالو محمد کو وہاں کا حکمران بنا دیا۔ اس کے عوض کالو محمد نے پرتگالیوں کو خراج دینا منظور کیا۔

۱۵۵۰ء میں سلطان حسن نہم برسراقتدار آیا۔ اگلے ہی برس درباریوں سے اس کا جھگڑا ہو گیا۔ کیونکہ وہ اسلام چھوڑ دینا چاہتا تھا۔ اپنے اس رویے کی بنا پر وہ عوام میں اس قدر نامقبول ہو گیا کہ اسے بھاگ کر ساحل مالابار پر کوچین میں پناہ لینی پڑی۔ چند دن بعد اس نے پادری فرانسیسی زیویئر کے ہاتھ پر عیسائیت قبول کر لی پھر اس نے گوا پہنچ کر پرتگالیوں سے درخواست کی کہ اسے ایک جنگی جہاز دیا جائے تاکہ وہ مالدیپ پر حملہ آور ہو کر وہاں کے باشندوں کو عیسائی بنا سکے۔ ساتھ ہی اس نے مالدیپ کی نصف آمدنی پرتگالیوں کو دینے کا وعدہ کیا۔

علمدار حسن کا بھیجا ہوا جنگی جہاز مالدیپ پہنچا تو اہل مالدیپ نے اس پر قبضہ کر کے تمام حملہ آوروں کو گرفتار کر لیا۔ پھر ایک اور جہاز آیا اسے بھی شکست ہوئی اور اس کے تمام افراد مارے گئے۔ جب

وقت ان جزائر پر سلطان علی ششم حکمران تھے۔ اپنے دو جہازوں کی تباہی پر گوا کے پرتگالی پریشان ہوئے۔ انہوں نے ایڈمرل پاسکیا ندیگے کی سرکردگی میں ایک بہت بڑا حربی بیڑا مالدیپ بھیجا۔ حملہ آور مالے کے مغربی ساحل پر لنگر انداز ہوئے جہاں مالدیپ کی چھوٹی سی فوج ان سے برسرپیکار ہوئی۔ مالدیپ اپنی تلواروں اور ڈھالوں سے جنگ تو کر رہے تھے مگر پرتگالی جدید اسلحے سے آراستہ تھے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ سلطان علی اور ان کے مجاہد ایک ایک کر کے شہید ہو گئے۔

پرتگالی حملہ آور سارے مالدیپ پر قابض ہو گئے۔ اب ان کی کوشش یہ تھی کہ یہاں کے باشندوں کو عیسائی بنا لیا جائے اہل مالدیپ کو یہ ہرگز گوارا نہ تھا۔ چنانچہ انہوں نے محمد علی اور حسن نامی تین بھائیوں کی سرکردگی میں گوریلا جنگ شروع کر دی۔ انہوں نے ایک تیز رفتار کشتی کالو تا فوری بنائی۔ اس کشتی میں محمد تھاکورو فانو اور ان کے ساتھی علویا فوج سے پہلے پرتگالیوں پر چھاپہ مارتے اور پھر غائب ہو جاتے۔ پرتگالیوں کی پے در پے ہلاکت پر مالے میں ایڈمرل پاسکیا ندیگے بڑا پریشان ہوا۔ ایک چھاپے کے دوران علی اپنے حکومتی جزیرے پر غلطی سے پیچھے رہ گیا اور پرتگالیوں نے اسے مار ڈالا

محمد نے اب مناسب جانا کہ مالابار سے مدد حاصل کرے مالے پر دھاوا بولے۔ چنانچہ اس نے ساحل پر شب خون کی تیاری کی۔ ادھر ایڈمرل پاسکیا کا پروگرام بنا ہوا تھا کہ ایک روز سب شہریوں کو اکٹھا کر کے جبراً عیسائی بنائے لیکن اس سے پہلے محمد اور اس کے ملاباری ساتھی رات مالے میں آن اترے۔ محمد نے ایڈمرل پاسکیا کو اس کے محل ہی میں قتل کر ڈالا۔ بہت سے پرتگالی مارے گئے اور باقیوں نے ہتھیار ڈال دیے۔ یوں مالدیپ والوں نے پرتگالیوں کی پندرہ سالہ غلامی سے نجات حاصل کی۔

یہ ۱۵۷۳ء کا واقعہ ہے۔ فاتح قائد سلطان محمد تھاکورو فانو الاعظم کے نام سے حکمران منتخب ہوئے انہوں نے ۱۵ سال کامیابی سے حکومت کی اور ملک کے نظم و نسق پر بھرپور توجہ دی۔

سلطان محمد علاؤالدین کے عہد میں ۱۶۲۵ء میں پرتگالی پھر زور شور سے حملہ آور ہوئے مگر شکست فاش کھائی۔ اب سلطان نے بھرپور دفاعی اقدامات کیے۔ انہوں نے مالے کے اردگرد مضبوط فصیل بنوائی اور اس پر توپیں نصب کروائیں۔ آخری بار پرتگالیوں کو سلطان ابراہیم اسکندر (۱۶۴۸ء۔۱۶۸۷ء)

باقی صفحہ ۲۲ پر

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء، ۱۹۸۴ء کے حالات و واقعات، جماعتی رفقاء و مجاہدین ختم نبوت سے تعاون کی درخواست

- تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء، ۱۹۸۴ء کے حالات و واقعات کو جمع کر کے کتابی شکل دینے کا کام پیش نظر ہے۔
- آپ حضرات میں سے جس کسی کے پاس کوئی خاص واقعہ۔ ان تحریکوں کے حالات، مقدمات، گرفتاری، شہادت، مرزائیوں کی جارحیت۔ جلسہ و جلوس۔ ہڑتال۔ کانفرنس مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے راہنماؤں کے حالات وائرڈ و ٹیلی گرام وغیرہ ان تحریکوں سے متعلق آپکے علاقہ یا ملکی رپورٹ کے سلسلہ میں کچھ بھی ہو ہمیں اصل یا فوٹو ارسال فرمائیں۔
- مزید جن حضرات سے اس قسم کا مواد میسر آسکتا ہو ان کے پتہ جات سے مطلع فرماویں۔
- اخباری تراشے یا اشتہار یا اس قسم کا کوئی بھی مواد ہو ارسال فرماویں۔ ضرورت پوری ہونے کے بعد واپس کر دیا جائے گا اگر اصل بھیجنا ممکن نہ ہو تو فوٹو سٹیٹ ارسال فرمائیں۔ فوٹو سٹیٹ کے معاوضے ہمارے ذمے ہوں گے۔
- مقامی مجلس عمل کے رہنما جماعتی کارکن اس سلسلہ میں بھرپور محنت فرمائیں۔ اس کام کو اپنا سمجھیں اپنے اپنے علاقہ کی ان دونوں تحریکوں کی رپورٹ مرتب کریں اور دفتر کو بھجوائیں۔ یاد رہے کہ ۱۹۷۴ء کی تحریک کے حالات علیحدہ لکھے جائیں۔ اور ۱۹۸۴ء کے علیحدہ تاکہ دونوں کو باہمی خلط نہ کیا جائے۔

الملتمس: اللہ وسایا دفتر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان پاکستان فون: ۴۰۹۷۸

حضرت عیسیٰؑ کی آمدِ ثانی اور آنجہانی مرزا قادیانی

تحریر: قاضی محمد ادریس

عوام سے یہ امر پوشیدہ نہیں کہ تقریباً سو سال سے ایک ٹولہ پیدا ہوا ہے جو مذہبی رنگ میں اپنے آپ کو ڈھنگ کر عوام کو اپنے بلند بانگ دعووں سے مرعوب کرتا ہوا اپنی مریدی کی دعوت دے رہا ہے اور جس کو عرف عام میں مرزائی یا قادیانی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں مذہب اسلام میں یہ کوئی نیا فتنہ نہیں بلکہ تاریخ اسلام شاہد ہے کہ ایسے فتنے ہر دور میں نمودار ہوتے رہے ہیں لیکن ہر زمانہ اور ہر دور میں اسلام ان باطل گروہوں پر غالب رہا ہے یہ دور مذہبی آزادی کا دور ہے اس دور میں ایسے قوانین تو نافذ ہیں کہ چوری کرنے والے کو سزا دی جائے ڈاکہ اور قتل کی واردات تو قابل گرفت ہے مگر ایسا کوئی قانون نہیں بنا حالانکہ پاکستان ایک اسلامی ملک ہے جس کی رو سے عوام اپنی متاع بے بہا اور آخری دولت (مذہب اسلام) کو محفوظ رکھ سکیں ایک معمولی سی قانون شکنی کرنے والا تو عدالت سے سزا پا سکتا ہے۔ ایک ڈرائیور اگر چھوٹی سی غلطی کا مرتکب ہو جائے تو پولیس اس کا چالان کر سکتی ہے مگر اس امر کی کھلی اجازت ہے کہ جو چاہے مذہبی لباس میں عوام کے ایمان پر ڈاکہ ڈالے۔

چونکہ یہ گروہ (مرزائیت) اپنی کامیابی مذہبی لباس میں ہی سمجھتا ہے اور اس کو ہمیشہ کے لئے برقرار رکھنا چاہتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ واقعات کو جانتے ہوئے اس بات کا انکشاف کیا جائے کہ یہ گروہ ایک تجارتی کمپنی ہے جس نے مذہب کی اوڑھنی اوڑھ کر تقدس آمیز تحریر و تقریر کو اپنی دوکان کا سرمایہ بنا رکھا ہے چونکہ نئی روشنی میں تعلیم یافتہ طبقہ اور سادہ لوح عوام کو اس امر کی بالکل خبر نہیں ہے اور یہ گروہ زیادہ تر زور اسی طبقہ پر دے رہا ہے لیکن یہ دھندا کب تک چلے گا اور مکر کی ہانڈی کب تک چڑھائی جائے گی۔

اب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت میدان عمل میں آ چکی ہے اور قصر مرزائیت لرزہ براندام ہو چکا ہے یہ جماعت سو سال سے ان کو ہر میدان میں شکست دے چکی ہے

قارئین کرام! مرزائیت دراصل ایک انگریزوں کی چلائی ہوئی سیاسی جماعت ہے جو مذہب کا لبادہ اوڑھ کر امت مسلمہ کو اپنے مذہب حقہ سے ہٹانے کی ناکام سعی کر رہی ہے۔

مرزائیت کی ابتداء

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد جب انگریزوں نے مسلمانوں پر طرح طرح کے مظالم ڈھائے اور مسلمانوں کے ساتھ ایسا سلوک کیا جس طرح ایک ظالم فاتح مفتوح کے ساتھ کرتا ہے مگر اس کے باوجود بھی انگریزوں کے دلوں میں خطرہ تھا کہ مسلمانوں کے دلوں میں کسی وقت بھی جذبہ جہاد بیدار ہو سکتا ہے اور اگر یہ جذبہ بیدار ہو گیا تو ہمارے قصر امریت کو اجڑتے ہوئے دنیا دیکھے گی تو انہوں نے ایسا آدمی تلاش کرنا شروع کر دیا جو مسلمانوں کے دلوں سے جذبہ جہاد ختم کر سکے تو یہ کام مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے ذمے لیا اور اس مقصد کے حصول کے لئے اسے یہ ڈھونگ رچانا پڑا اس نے یہ اعلان کر دیا کہ میں مسیح موعود ہوں اور جس وقت مسیح موعود نازل ہو گا اس وقت جہاد حرام قرار دیا جائے گا لہذا میں مسیح ہوں اور جہاد کے بارے میں کہا کہ

اب چھوڑ دو اے دوستو جہاد کا خیال
دین کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی تمام عمر انگریز کی خوشنودی کے لئے وقف کی ہوئی تھی اور جب انگریز نے چاہا مرزا صاحب کو اپنی انگلی کے اشارے پر نچایا۔ آج اگر کوئی یہ کہے کہ مرزائیت ایک مذہبی جماعت ہے یہ بالکل غلط ہے مرزا صاحب نے انگریزوں کے کہنے پر مسلمانوں میں انتشار پھیلانے کے لئے دعویٰ نبوت کیا ہے ورنہ نبوت تو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکی ہے اگر مرزا صاحب ظلی بروزی نبوت کا دعویٰ کریں تو ظلی بروزی اصطلاح اسلام میں کوئی چیز نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں واضح فرما دیا کہ الیوم اکملت لکم دینکم دین مکمل ہو چکا ہے اب کسی نئے دین کی ضرورت نہیں نبوت رسول اکرمؐ پر ختم ہو چکی ہے اب جو دعویٰ نبوت کرے گا وہ دین اسلام سے خارج سمجھا جائے گا اور اس کا دین محمدی سے کوئی تعلق نہیں۔

اگر مرزا صاحب یہ دعویٰ کریں کہ میں مسیح موعود ہوں تو شاید یہ دعویٰ کرتے وقت وہ دورۂ مراق کی حالت میں ہوں کیونکہ نبی اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ

"عیسیٰ ابن مریم نازل ہو گا یہ نہیں کہا کہ مرزا نازل ہو گا۔ لیکن مرزا قادیانی کسی بات پر قائم نہیں رہتا وہ یہ بھی کہتا ہے کہ عیسیٰ ابن مریم بھی آئے گا چنانچہ اس کی کتاب ازالہ اوہام میں ہے۔

۱: اس تحقیق سے ثابت ہے کہ مسیح ابن مریم کی آخری زمانہ میں آنے کی قرآن شریف میں پیشگوئی موجود ہے (ازالہ اوہام صفحہ ۶۷۵، ۳۲۸)

۲: یہ بات پوشیدہ نہیں کہ مسیح ابن مریم کے آنے کی پیشگوئی ایک اول درجہ کی پیش گوئی ہے جس کو سب نے بالاتفاق قبول کر لیا ہے اور جس قدر صحاح میں پیشگوئیاں موجود ہیں کوئی پیشگوئی اس کے ہم پہلو اور ہم وزن ثابت نہیں ہوتی۔ تواتر کا اول درجہ اس کو حاصل ہے انجیل بھی اس کی مصدق ہے

(ازالہ اوہام صفحہ ۲۳۱/۴۲۹)

۳: پہلے ہم صفائی بیان کرنے کے لئے لکھنا چاہتے ہیں کہ بائبل اور ہماری احادیث اور اخبار کی کتابوں کی رُو سے جن نبیوں کا اسی وجود عنصری کے ساتھ آسمان پر جانا تصور کیا گیا ہے ایک یوحنا ایلیا جس کا نام ادریس بھی ہے اور دوسرا مسیح ابن مریم جن کو عیسیٰ اور یسوع بھی کہتے ہیں (توضیح المرام صفحہ ۳)

براہین احمدیہ صفحہ ۴۹۸/۴۹۹ پر لکھتے ہیں کہ " ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ

یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت عیسیٰ کے حق میں پیشگوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ کا دین اسلام میں وعدہ دیا گیا ہے وہ مسیح کے ذریعے ظہور میں آئے گا مسیح دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے ان کے ہاتھ سے اسلام جمیع آفاق میں پھیل جائے گا۔

تصویر کا دوسرا رُخ

مندرجہ بالا حوالہ جات میں مرزا صاحب نے یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر زندہ موجود ہیں لیکن دوسری طرف وہ کشتی نوح "صفحہ ۵۳ اور صفحہ ۱۳" پر فرماتے ہیں کہ کشمیر میں سری نگر میں عیسیٰ کی قبر موجود ہے"۔ اور ازالہ اوہام صفحہ ۴۷۳ پر فرماتے ہیں "یہ تو سچ ہے کہ مسیح اپنے وطن گلیل میں جا کر فوت ہو گیا"۔ ست بچن صفحہ ۱۶۴ میں رقم طراز ہیں کہ " بلاد شام میں حضرت عیسیٰ کی قبر کی پرستش ہوتی ہے اور مقررہ تاریخوں پر ہزارہا عیسائی سال بسال اس قبر پر جمع ہوتے ہیں"۔

مندرجہ بالا تحریروں کو پڑھ کر یہ خیال آتا ہے کہ یہ کسی بھی ذی شعور انسان کی تحریر نہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کا جسم ایک تھا اور انہیں ایک جگہ فوت ہونے کی بجائے مرزا صاحب انہیں تین جگہ موت کیوں دے رہے ہیں۔

ہمارا چیلنج ہے مرزائی حضرات کو کہ وہ کسی مستند تاریخ یا کتاب سے یہ ثابت کر دیں کہ حضرت عیسیٰ فوت ہو چکے ہیں اور ان کا مقبرہ زمین پر کسی جگہ ہے حضور اکرمؐ کے ارشادات اور قرآن کریم سے اس کی وضاحت ہوتی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ آسمان پر زندہ ہیں اور زمین پر اتریں گے۔ چنانچہ حضور اکرمؐ نے فرمایا

ینزل عیسیٰ ابن مریم الی الارض فیتزوج ویولد لہ ویمکث فی الارض خمسا واربعین سنۃ ثم یموت فیدفن فی قبری۔

(ترجمہ) نازل ہوں گے عیسیٰؑ ابن مریم طرف زمین کے نکاح کریں گے اولاد ہوگی زمین پر ۴۵ سال رہیں گے پھر فوت ہو کر میرے مقبرہ میں دفن ہوں گے۔

حدیث بالا سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰؑ زمین پر آ کر نکاح کریں گے اور اولاد ہوگی چونکہ مرزا صاحب نے دعویٰ مسیحیت سے پہلے شادی کی ہے اور ان کے ہاں اولاد بھی موجود تھی اس لئے وہ حدیث بالا کی رو سے اپنے دعویٰ میں سچے نہیں ہیں۔ باقی رہا دفن ہونے کا معاملہ تو مرزا صاحب اپنی طرف سے حضرت عیسیٰؑ کو تین جگہ دفن کر چکے ہیں لیکن حضورؐ کے ارشاد کے مطابق وہ روضہ رسول اللہؐ میں دفن ہوں گے

میں مرزا صاحب کی تمام امت (مرزائیوں) سے یہ پوچھتا ہوں کہ مرزا صاحب نے جو دعویٰ کیا تھا کہ میں مسیح ہوں تو وہ از روئے حدیث روضہ رسولؐ میں کیوں دفن نہیں ہوئے انہیں قادیان کا قبرستان کیوں نصیب ہوا؟ لیکن مرزا صاحب کا روضہ رسولؐ میں دفن ہونا تو درکنار زیارت روضہ رسولؐ بھی نصیب نہ ہوئی۔

مثیل مسیح کا دعویٰ

جب دعویٰ مسیحیت میں مرزا غلام احمد قادیانی کا کچھ نہ بنا تو اس نے مثیل عیسیٰ کا دعویٰ کر دیا کیونکہ دعویٰ مسیحیت میں سب سے بڑی رکاوٹ ابن مریم کی تھی چونکہ حضرت عیسیٰؑ کی والدہ کا نام مریمؑ تھا اور مرزا صاحب کی والدہ کا نام چراغ بی بی اس لئے وہ اپنے دعویٰ میں سچے نہیں ہو سکتے تھے چنانچہ مرزا صاحب نے یہ دعویٰ کر دیا کہ اس عاجز نے جو مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے جس کو کم فہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں میں نے ہرگز یہ دعویٰ نہیں کیا کہ میں مسیح ابن مریم ہوں جو شخص یہ الزام مجھ پر لگائے گا وہ مفتری اور کذاب ہے میں مثیل مسیح ہوں۔

(ازالہ اوہام صفحہ ۱۹۰/۷۷)

میں عیسیٰ کے قدم پر ہوں

مرزا صاحب مثیل مسیح کے دعویٰ پر بھی ثابت قدم نہیں رہے اور ضمیمہ اربعین جلد نمبر ۳ صفحہ ۴ پر کہہ دیا کہ "میرا قدم حضرت عیسیٰ کے قدم پر ہے اسی معنوں میں میں مسیح موعود کہلاتا ہوں"!

قارئین محترم! خود فیصلہ کیجئے کہ مرزا صاحب نے خود ہی یہ دعویٰ کیا ہے کہ میں مثیل مسیح ہوں اور جو مجھے مثیل موعود کہے گا وہ مفتری اور کذاب ہے اور پھر خود ہی دعویٰ کرتے ہیں کہ میں مسیح موعود ہوں"! اب بتائیں کہ ہم مفتری اور کذاب کسے کہیں؟

آگے چل کر مرزا صاحب خود لکھتے ہیں کہ

"اور وہ مسیح موعود جو آخری زمانہ کا مسیح ہے وہ میں ہی ہوں"

(حقیقت الوحی صفحہ ۱۹۲)

۴ ۔ پس اے عزیزو! اس شخص (مرزا) مسیح موعود کو تم نے دیکھ لیا ہے جس کے دیکھنے کے لئے بہت سے پیغمبروں نے خواہش کی"!

(اربعین جلد نمبر ۴ صفحہ ۱۳)

حضرات گرامی! مندرجہ بالا تحریرات کو دیکھنے سے آپ پر ثابت ہو جائے گا کہ مفتری اور کذاب کون ہے۔

میں مسیح ابن مریم سے افضل ہوں

اپنے آپ کو مسیح ابن مریم قرار دیا تو مرزا صاحب نے یہ دعویٰ بھی کر دیا کہ میں اس سے افضل ہوں چنانچہ لکھتے ہیں:

"خدا رسول، تمام نبیوں نے آخری زمانہ کے مسیح موعود (مرزا) کو مسیح ابن مریم سے افضل قرار دیا ہے" (حقیقت الوحی صفحہ ۱۵۵)

"ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے"!

(تتمہ حقیقت الوحی صفحہ ۴۹)

ان کے دعویٰ بھی حد کمال کو چھوتے ہیں۔ کبھی مسیح موعود اور کبھی مسیح کہنے والے کو کافر اور مفتری اور کبھی مسیح سے بھی افضل

"بریں عقل و دانش بباید گریست"

بزرگان محترم! آیئے اب یہ فیصلہ کریں کہ کاذب کون ہے اور صادق کون؟ مرزا صاحب خود کو مسیح موعود کہتے ہیں اور ہم کہتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام ہی نازل ہوں گے ارشاد نبویؐ ہے کہ

اذ بعث اللہ المسیح ابن مریم فینزل عند المنارۃ البیضاء شرقی دمشق بین مہرودتین واضعا کفیہ علی اجنحۃ ملکین الحدیث حتی یدرکہ بباب لد فیقتلہ

(الحدیث)

اس حدیث سے واضح ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم دمشق کی جامع مسجد کے مشرقی منارے پر نازل ہوں گے ان کے دونوں ہاتھ دو فرشتوں کے کندھوں پر ہوں گے اور وہ دجال کو باب

لُد کے قریب قتل کریں گے لیکن اس کے برعکس مرزا صاحب قادیان میں پیدا ہوئے دجال کو قتل کرنے کی بجائے ساری عمر انگریزوں کی خوشنودی کے لئے گزاری لاہور میں فوت ہوئے اور قادیان میں دفن ہوئے لعنت اللّٰہ علی الکاذبین

ابوداؤد کی حدیث میں حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ

"مسیح موعود کے زمانے میں سوائے اسلام کے کوئی دین باقی نہیں رہے گا۔"

اس حدیث کو مرزا صاحب نے بھی تسلیم کیا اور اپنی کتاب چشمہ معرفت صفحہ ۸۰ پر کہا کہ

۱: تمام دنیا میں اسلام ہی اسلام اور وحدت قومی قائم ہو جائے گی۔

۲: غیر معبود اور مسیح وغیرہ کی پوجا نہ رہے گی اور خدائے واحد کی عبادت ہوگی۔ (الحکم ۲ جولائی ۱۹۰۵ء)

مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث میں حضور نبی کریمؐ نے فرمایا کہ

"مسیح موعود آ کر عیسائیت کے زور کو توڑ دے گا۔"

مرزا صاحب اس حدیث کو اپنی جانب منسوب کرتے ہیں کہ

"میرا کام جس کے لئے میں کھڑا ہوا ہوں یہی ہے کہ عیسیٰ پرستی کے ستون کو توڑ دوں۔" (اخبار بدر ۱۹۰۶ء)

مرزا صاحب کا بزبان خود یہ مشن تھا کہ میں عیسائیت کو تمام دنیا سے ختم کرنے آیا ہوں۔ لیکن عیسائیت کو دنیا سے ختم کرنا تو کجا قادیان شہر جہاں مرزا صاحب خود براجمان تھے جب انہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا تو عیسائیت نے اور زور پکڑ لیا چنانچہ خود مرزائیوں کا اپنا اخبار پیغام صلح مرزا غلام احمد قادیانی کے کذب پر مہر تصدیق ثبت کرتا ہے اور لکھتا ہے کہ "عیسائیت دن بدن ترقی کر رہی ہے (پیغام صلح ۸ مارچ ۱۹۴۰ء)

اگر مرزائی حضرات یہ کہیں کہ یہ غلط ہے تو مردم شماری کی رپورٹ دیکھ لیں۔

سال	عیسائیوں کی آبادی	سال	عیسائیوں کی آبادی
۱۸۹۱ء	۲۴۰۰ افراد	۱۹۲۱ء	۳۲۸۳۲ افراد
۱۹۰۱ء	۱۳۴۴۱ افراد	۱۹۳۱ء	۴۲۲۴۳ افراد
۱۹۱۱ء	۲۳۳۶۵ "		

محترم قارئین! جب سے مرزائیت نے جنم لیا عیسائیت نے پر زور ترقی کی ہے اور صرف ضلع گورداسپور میں اٹھارہ گنا عیسائی آبادی بڑھ گئی ہے اب مرزا صاحب کے الفاظ خود پڑھیئے اور فیصلہ فرمایئے۔

اگر میں نے اسلام کی حمایت میں وہ کام کر دکھایا جو مسیح موعود کو کرنا چاہیے تھا تو پھر میں سچا ہوں اور اگر کچھ نہ ہوا اور میں مر گیا تو سب گواہ رہیں کہ میں جھوٹا ہوں (بدر ۱۹ جولائی ۱۹۰۶ء)

بے حیا باش ہر چہ خواہی کن

مرزا صاحب نے خود کو مسیح موعود ظاہر کرنے کے لئے جتنے بھی دعوے کئے ہیں وہ سب جھوٹے ہیں اور ان کی جھوٹی نبوت ایک عیاں دھوکہ ہے جسے چلانے کے لئے ان کے حواری قادیان سے نکل کر ربوہ پہنچے اور وہاں جھوٹی نبوت کا پرچار کر رہے ہیں لیکن یہ ایک سامراجی سازش ہے جس کو وہ دولت کی جھنکار کے ذریعے پھیلا رہے ہیں مگر انہوں نے آج تک یہ نہیں سوچا کہ ان کے مرشد مرزا صاحب نے کیا دعوے کئے تھے اور کیا ہو رہا ہے۔

مرزا آئے کچھ دو روز رہے اور چلے گئے مگر عیسائیوں کی آبادی بتدریج بڑھ رہی ہے۔

کوئی بھی کام مسیحا تیرا پورا نہ ہوا
نامرادی میں ہوا تیرا آنا جانا

مرزائیوں کی دوغلی چال

کچھ دن قبل دیواروں پر ایک اشتہار جو مرزائیوں نے چھپوا کر لگایا تھا پڑھا گیا کہ "قائد اعظمؒ کا ارشاد ہے کہ احمدی مسلمان ہیں۔" اور مزید یہ بھی لکھا تھا کہ قائد اعظمؒ نے سر ظفر اللہ کو اپنا بیٹا کہا۔

جواباً ہم پوچھتے ہیں کہ جب قائد اعظم نے وفات پائی تو اس (نام نہاد اور نافرمان) بیٹے نے ان کا جنازہ کیوں نہیں پڑھا اور جب سر ظفر اللہ سے اس کا جواب پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ مجھے آپ ایک مسلمان حکومت کا کافر وزیر خارجہ سمجھیں یا کافر حکومت کا مسلمان وزیر خارجہ، اس لئے میں نے جنازہ نہیں پڑھا۔ اب آپ بتایئے کہ ان میں سے کافر کون ہے حکومت یا وزیر خارجہ

میں مسلمانان پاکستان سے پوچھتا ہوں کہ

۱: کیا وہ لوگ کافر ہیں جو حضور خاتم النبیینؐ کی نبوت پر ایمان رکھتے ہیں۔

یا وہ جو حضورؐ کی نبوت پر ڈاکہ ڈالتے ہیں۔

۲: کیا وہ لوگ کافر ہیں جو قرآن و حدیث کے مطابق حیات مسیحؑ اور نزول مسیحؑ پر ایمان رکھتے ہیں۔

یا وہ جو کبھی تو وفات مسیحؑ کا ڈھونگ رچاتے ہیں اور کبھی مرزا قادیانی کے بالکل متضاد دعووں کے باوجود اسے کبھی مسیح موعود اور کبھی مثیل مسیح مانتے ہیں اور قرآن و حدیث کی سراسر نافرمانی کرتے ہیں۔

میرے خیال میں ہر سچا مسلمان یہی کہے گا کہ حضورؐ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والا اور اس کے ماننے والے کافر اور مرتد ہیں اور حیات مسیحؑ کے برعکس وفات مسیحؑ اور مرزا غلام احمد قادیانی کو مسیح موعود ماننے والے بھی اسی طرح کافر و مرتد ہیں۔

بقیہ: طب و صحت

دودھ ہمیشہ ابال کر پئیں۔ بادی کے مریض یا فربہ حضرات دودھ نہ پئیں اگر پینا ہی ہے تو دوپہر کو نہیں بلکہ صبح کو پئیں لہسن کا استعمال پابندی سے کرنا مفید ہے ہر کھانے میں پسا ہوا لہسن اتنی ہی پابندی سے ڈالیں جیسے کہ نمک ڈالا جاتا ہے۔

لہسن خون کو صاف رکھتا ہے، دل کے امراض سانس کی تکلیف، ہاضمہ کی خرابی اور دیگر کئی عارضوں سے بچاتا ہے،

کھانے کو بار بار گرم کرنے سے اس کی غذائیت کم ہو جاتی ہے بھنے ہوئے سالن سے شوربے والے سالن بہتر ہوتے ہیں۔

کھانے کے بعد کوئی موسمی پھل مثلاً پپیتا، خربوزہ وغیرہ کھانا اچھا رہتا ہے۔ بچوں کو سردیوں میں سبزیوں کا سوپ دینا اچھا رہتا ہے۔ شلجم، چقندر، گاجر، ٹماٹر، مولی اور پالک کی تھوڑی تھوڑی مقدار پانی میں اُبال لیں اس میں شکر یا کالی مرچ، لیموں ڈال کر استعمال کریں۔ ان سب باتوں کے علاوہ یہ یاد رکھیں کہ کھانا جو بھی میسر ہو اس کو خوش ہو کر اور اطمینان سے کھائیں۔

کھانے کے وقت غصہ، بے چینی یا کسی قسم کا جذباتی ہیجان کھانے کو ہضم نہیں ہونے دیتا، لہٰذا عقلمندی کا تقاضہ ہے کہ آپ جو کچھ کھا رہے ہیں اس کو پوری طرح ہضم کرنے کا اہتمام کریں۔

مرزائے قادیانی اور اس کا افیمی خاندان

از: پرویز ظفر، کراچی

جب سے کائنات وجود میں آئی ہے اور زمین پر اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام مبعوث فرمائے اس وقت سے لے کر آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک انبیاء کرام کی جو بھی تعداد آئی ہے وہ سب صادق اور امین تھے اور اس صداقت اور امانت ان کی زندگی کا سب سے بڑا گواہ ان کی تعلیمات سے ظاہر ہوتا تھا اس کے باوجود انبیاء کرام کی صداقت کی گواہی دنیا نے اور دشمن کے باوجود ان کے کردار میں ان کی عادات میں اور ان کی زندگی میں کوئی ایسا پہلو تلاش نہ کر پاتا جو ان کی صداقت پر حرف لا سکے۔ یہی صداقت پیغام حق کو بندوں تک پہنچانے کا ذریعہ بنی۔ یہی صداقت کردار گفتار پر چھائی رہتی اور اللہ کے بندوں کو اللہ کی طرف متوجہ کرتی تھی اس طرح صداقت معیار نبوت ٹھہری۔ اس کے ساتھ ساتھ تمام انبیاء کرام ہر قسم کی لغزشات سے مبرا ہوتے تھے اس سلسلے ان کی طرف سے آنے والی ہدایات اور تعلیمات کسی شک و شبہ سے بالاتر ہوتی تھیں۔

دنیا میں ہمیشہ سے صداقت کا مقابلہ جھوٹ سے رہا ہے اسی جھوٹ کا سہارا لے کر نبوت کے چند جھوٹے دعویدار صداقت کے مقابل آکھڑے ہوئے جنہیں دنیا نے کاذب کے سوا کچھ نہیں سمجھا اور جنہیں دجال کاذب و دم ... کی حیثیت سے یاد کیا جاتا ہے۔

ان میں ایک مرزا غلام احمد قادیانی بھی شامل ہے اور یہ شخص کاذبوں کے اس گروہ میں سرفہرست ہے جس نے دعویٰ نبوت کا کیا لیکن قول و عمل سے مسلمانوں میں فریبی اور جھوٹا قرار پایا اور ... مقام ... کی جھلک کے لئے ... صرف ایک واقعہ ... ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی دعوے دار تو نبوت کا تھا لیکن خود اپنے ہی والد کی پنشن کے روپے چرا کر بھاگ گیا تھا۔ اور یہ ایسی بات نہیں کہ مرزا کا کردار اس کے بیٹوں سے پوشیدہ ہے ہرگز ایسا نہیں ہے بلکہ یہ بھی مرزا قادیانی خوب اچھی طرح جانتا ہے کہ ناظرین ...

تنہائی میں مرزا غلام احمد قادیانی کی ... عادت کیا کرتی تھیں۔

مثل مشہور ہے "گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے" اور یہ مثل مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے بیٹوں پر بھی خوب صادق آتی ہے ایسا اتفاق کم ہی ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا امت مسلمہ پر بہت بڑا احسان ہے کہ اس دور کے ساحر ہی کو شیطان ثابت کرنے کے لئے خود قادیانی حضرات سے کتب تحریر کرائی ہیں مگر تعجب خیز بات یہ ہے کہ قادیانی حضرات نے مرزا کی ... اعمال و افعال اور نشے میں مشغول ہونے والی ... کے ... کو کتابوں، حوالوں اور تقریروں کی شکل میں تحریر کرکے خود ہی پردہ چاک کیا ہے۔

یہ قادیانی بھی خوب عقل کے اندھے ہیں پہلے تو اپنے گرو کے گندے اعمال اپنی کتابوں میں درج کئے اور اب چھپاتے ہیں مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے بیٹوں کے بارے میں جو ... اعتراضات موجود ہیں کہ اب انہیں تو دشمن ... آگئے اور مرزا کی شان میں خود ان کی اپنی ہی تحریر کردہ کتب اس ... ہو رہی ہیں کہ اب انہیں اپنی ہی ... سے چھپاتے پھرتے ہیں کیوں کہ ان کی کتابوں میں مرزا غلام احمد قادیانی کا جو کردار درج ہے اس کردار کے حامل شخص سے ذہنی ... عقل کے لئے نہ صرف دینی و دنیاوی ذلت اور رسوائی کا سبب ہے بلکہ آخرت میں بھی تباہی اور بربادی کے سوا کچھ نہیں۔

قادیانیو!

ہم تم سے کچھ اور نہیں چاہتے تو صرف اتنا ہی کہ دور کر مرزا غلام احمد قادیانی کی ... میں قادیانیوں کی تحریر کردہ کتب قادیانی جوانوں کو ... کے لئے ... وہ تمام کتب جنہیں تمہارے بڑوں نے اپنی ... قائم رکھنے کے لئے چھپا دیا ہے منظر عام پر لاؤ تاکہ قادیانی نوجوان نسل یہ جائزہ لے کر ... شخص کے بارے میں اسے تعلیم دی جاتی رہی ہے اس کا ذاتی کردار کیا تھا ... قادیانیوں کو بھی ... دیکھ کر یہ فیصلہ کرے کہ حقیقت کیا ہے اور وہ کس "گندگی" میں دھنسا ہوا ہے لیکن تم یہ بھی نہیں کرو گے اس لئے کہ تمہیں اپنی کتب میں جو آئینہ نظر آتا ہے وہ اس قدر کریہہ المنظر ہے کہ تمہیں اس آئینہ میں اپنی شکل دیکھتے اور دکھاتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے تم کر بھی کیا سکتے ہو اس لئے کہ جب تمہارا پنڈت ہی جھوٹا، نشئی اور فریبی ہے اور قادیانیت کی ساری عمارت ہی "جھوٹ اور مکر" پر کھڑی ہے تو تم بھی جھوٹ اور فریب کاری پر قائم ہو اس لئے کہ جھوٹوں میں شمولیت کے لئے خود جھوٹا اور دغاباز ہونا شرط ہے اور یہی شرط تم مرزا غلام احمد قادیانی کو پیر گرو بنا کر نبھا رہے ہو اس وقت تم غلام احمد قادیانی کے عشق میں اتنے اندھے ہوگئے ہو کہ رات کو دن اور دن کو رات کہتے ہیں کوئی عار محسوس نہیں کرتے۔

ہم تمہیں اور مرزا غلام احمد قادیانی کو مجرم نہیں کہتے بلکہ تمہارے لئے تمہاری اپنی کتب ہی کافی ہیں میاں محمود قادیانی لکھتے ہیں

"مرزا شیر علی جو مرزا غلام احمد قادیانی کے سالے تھے اکثر گالیاں دیتے کہ مرزا نے لوگوں کو لوٹنے کے لئے دکان کھول رکھی ہے ... لوگ سمجھتے ہیں کہ پتہ نہیں کتنا بڑا بزرگ ہوگا پتہ تو ہم کو ہے جو دن رات اس کے ساتھ رہتے ہیں"

حوالہ: تقریر میاں محمود قادیانی سالانہ جلسہ ۱۹۳۴ء

مندرجہ اخبار الفضل قادیان نمبر ... جلد نمبر ... مورخہ ... اپریل ۱۹۳۴ء

قادیانیو کیا مقام عبرت ہے تمہارے لئے کہ ہمیں مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے بیٹوں کو ... کہنے کی ضرورت ہی نہیں تم خود اپنی کتابیں اٹھا کر دیکھو کہ تم نے اپنے گرو اور اس کے بیٹوں کے بارے میں جو واقعات اعتراف ... کئے ہیں ان میں مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے حواریوں کو کیا ثابت کرتے ہیں کیا کسی ... کی ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے بارے میں میاں محمود احمد قادیانی ... کا بیان ملاحظہ ہو:

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام (مرزا غلام احمد قادیانی) نے تریاق الہی ... خدا تعالیٰ کی ہدایت کے تحت ... جس کا ایک بڑا جزو افیون تھا۔"

"... حضرت مسیح موعود ... (مرزا غلام احمد قادیانی) ... فرماتے تھے کہ بعض اطباء کے نزدیک افیون ..."

حوالہ: مندرجہ اخبار الفضل جلد نمبر ۱ نمبر ۳ مورخہ ۹ جولائی ۱۹۲۹ء

پیرا فیونی کے مرزا پر الہام مشکل تھا اور الہام کے بغیر نبوت دعوی... جاتی چنانچہ اس کا کوئی توحل نکالنا تھا اور حل یہ نکالا کہ تریاق ضعف قلب "تریاق" او طب کے نام پر صرف افیون جائز ہوگئی بلکہ ہر ایک دن اور کو لادا تیں پر بھی ہاتھ صاف ہونے لگا۔ افیون کو ضعف قلب قرار دینے کی ایک وجہ یہ بھی کہ خود مرزا افیون کا شیدائی تھا۔ بلکہ قادیانی مرید کہاں تک ہے جس تو افیون کے استعمال کا کوئی جواز مہیا کرنا تھا۔ ہر کو نام قادیانی کو بھی شرح ... تعاقب "نجاست" میں د شواری پیش نہ آئے۔ اور اس کا استعمال کسی طور پر بانی نہ ہو۔

مرزا کے افیون سے حسن کی دو سری قربی وجہ اس استاد سے محبت اور ارادت کی دلیل تھی جس استاد کو مرزا کی تعلیم و تربیت پر مامور کیا گیا تھا وہ استاد افیون کا عادی تھا۔ استاد سے محبت کا تقاضا تھا کہ استاد کی اچھی عادت کو اپنا یا جائے۔

انہی استاد کو دا ہی کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو افیون کے استعمال کی سب سے بڑی سند مل گئی تھی۔

اس سے پہلے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے الہامات پر بات کی جائے پہلے مرزا غلام احمد قادیانی کا بیان ملاحظہ ہو۔

"میرا ایک استاد تھا جو افیون کھاتا تھا وہ حقہ سے کر بیٹھا رہتا کئی دفعہ پینگ میں اس کے حقہ کی چلم ٹوٹ جاتی ..... ایسے استاد سے پڑھایا گیا تھا۔"

میاں محمود احمد قادیانی قادیان مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد نمبر ۱۶ نمبر ۹۳ مورخہ ۵ فروری ۱۹۲۹ء

مرزا خود اقرار کر رہا ہے کہ افیونی ماسٹر تعلیم نہیں دے سکتا سوال یہ ہے کہ پھر مرزا کیا لینے اس ماسٹر کے پاس جاتا تھا۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ افیون کی کشش تھی جو مرزا کو کھینچ کر لے جاتی تھی۔ جو مرزا افیون ہیں ہے وہ تعلیم میں کہاں۔ اور پھر تعلیم ذہن پر بوجھ کر حاصل کرنا پڑتی اس سے زیادہ آسان اور مزے دار چیز تو افیون تھی جس کی ایک ہی گولی سے "فلک" کی سیر بھی ہوگئی اور الہام کا الہام ہوگیا۔

مرزا کا ماسٹر واقعی قابل تعریف تھا کہ مرزا کے نالائق اور کاٹھ دی ہونے کے باوجود افیون کا اس حد تک شیدائی بنا گیا کہ نبوت کے الہامات صرف ایک چٹکی کا کمال تھے۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ مرزا نے مقدار سے زیادہ سنکی ورنہ "پینک" میں دعوی خدائی کر بیٹھتا۔

قادیانیوں! تمہاری شرط وفاداری بھی خوب ہے حالانکہ تمہیں مرزا غلام احمد قادیانی کی سیرت اور کردار دیکھ کر پڑھ کر سخت ندامت محسوس ہوتی ہے مگر تم ہیں اتنی اخلاقی جرأت کہاں کہ انہی کے ہذیان کو رد کر سکو تم پیچھے بھی نہیں ہٹ جاتے ہو کہ نشہ خاص کر افیون کے عادی کا نہ تو دماغ اس کا ساتھ دیتا ہے۔ اور نہ زبان ساتھ۔

مرزا نے دعوے نبوت کئے لیکن آخر نبی بن گیا۔ چھوڑ دو کیوں کہ پیشہ تمہاری زندگی کوئی روگ ہے لیکن تم بھی مجبور ہو۔

تمہیں یہ آئینہ دکھانے پر اس وقت تک جب تک تم توبہ نہیں کر لیتے اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے معاف کرنے والا ہے صدق دل سے آؤ اور توبہ کر لو کیوں کہ مرزا کے منہ سے نجاست کا نکلنا اس امر کی نشاندہی ہے کہ مرزا کی زبان اس زندگی میں نجاست ہی پھیلاتی رہی ہے ابھی وقت ہے پہچان لو کہ حق اور راہ حق کیا ہے کہیں ایسا نہ ہو کر ملیا وا آجائے اور تمہارا قبا ہے پچھتانے سے بڑا سال ہو۔ ●●

مسلمانوں کے بارے میں مرزائیوں کا عقیدہ کیا ہے؟

مسلمان ٹھنڈے دل سے سوچیں اور مرزائیوں سے تعلقات پر غور کریں۔

از: مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر

(۱) ہمارا یہ فرض ہے کہ غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں کیونکہ ہمارے نزدیک وہ خدا تعالیٰ کے ایک نبی کے منکر ہیں۔ یہ دین کا معاملہ ہے اس میں کسی کا اپنا اختیار نہیں کہ کچھ کر سکے۔ (انوار خلافت از مرزا محمود قادیانی خلیفہ صفحہ نمبر ۹۰)۔

(۲) کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ میرے عقائد ہیں۔ (آئینہ صداقت از مرزا محمود قادیانی ص ۳۵ صفحہ ۳۵)

(۳) ہر ایک شخص جو موسیٰ کو تو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا یا عیسیٰ کو مانتا ہے مگر محمد کو نہیں مانتا یا محمد کو مانتا ہے پر مسیح موعود کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ (کلمۃ الفصل مصنفہ مرزا بشیر پسر مرزا غلام قادیانی صفحہ ۱۱۰)۔

(۴) خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا ہے وہ مسلمان نہیں ہے۔ (مرزا غلام قادیانی کا خط بنام ڈاکٹر عبد الحکیم خاں صاحب پٹیالوی)۔

(۵) "اب ظاہر ہے کہ ان الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے کہ یہ خدا کا فرستادہ خدا کا مامور، خدا کا امین اور خدا کی طرف سے آیا ہے جو کچھ کہتا ہے اس پر ایمان لاؤ اور اس کا دشمن جہنمی ہے"۔ (انجام آتھم مصنفہ مرزا غلام قادیانی صفحہ ۶۲)۔

(۶) مجھے خدا کا الہام ہے کہ جو شخص تیری پیروی نہ کریگا اور تیری بیعت میں داخل نہ ہوگا اور تیرا مخالف رہے گا۔ وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا جہنمی ہے۔ (اشتہار معیار الاخیار از مرزا غلام قادیانی ص ۸)

(۷) "پس یاد رکھو جیسا کہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے۔ تمہارے پر حرام اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر اور مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو بلکہ چاہیئے کہ تمہارا امام وہی ہو جو تم میں سے ہو" (اربعین نمبر ۳ صفحہ ۲۸ حاشیہ مصنفہ مرزا غلام قادیانی)

(۸) سوال: "کیا ایسے شخص کی وفات پر جو سلسلہ احمدیہ میں شامل نہ ہو یہ کہنا جائز ہے کہ خدا مرحوم کو جنت نصیب کرے اور مغفرت کرے؟"

جواب: "غیر احمدیوں کا کفر بیّنات سے ثابت ہے اور کفار کے لیے دعائے مغفرت جائز نہیں۔"

(الفضل قادیان ۷ فروری ۱۹۲۱ء جلد ۸ نمبر ۵۹)

(۹) ایک صاحب نے عرض کیا کہ غیر مبائع (لاہوری پارٹی کے مرزائی) کہتے ہیں غیر احمدی کے بچے کا جنازہ کیوں نہ پڑھا جائے وہ تو معصوم ہوتا ہے اور کیا یہ ممکن نہیں وہ بچہ جوان ہو کر احمدی ہوتا۔ اس کے متعلق (میاں محمود خلیفہ قادیان نے) فرمایا: "جس طرح عیسائی بچے کا جنازہ نہیں پڑھا جا سکتا، اگرچہ وہ معصوم ہی ہوتا ہے اسی طرح ایک غیر احمدی کے بچے کا بھی جنازہ نہیں پڑھا جا سکتا۔" (ڈائری مرزا محمود خلیفہ قادیان مندرجہ اخبار الفضل قادیان ۲۳ اکتوبر ۱۹۲۲ء)

(۱۰) "غیر احمدی تو حضرت مسیح موعود کے منکر ہوئے اس لیے ان کا جنازہ نہیں پڑھنا چاہیے لیکن اگر کسی غیر احمدی کا چھوٹا بچہ مر جائے تو اس کا جنازہ کیوں نہ پڑھا جائے وہ تو مسیح موعود کا مکفّر نہیں۔ میں یہ سوال کرنے والے سے پوچھتا ہوں کہ اگر یہ بات درست ہے تو پھر ہندوؤں اور عیسائیوں کے بچوں کا بھی جنازہ کیوں نہیں پڑھا جاتا۔ کتنے لوگ ہیں جو ان کا جنازہ پڑھتے ہیں؟" (انوار خلافت مصنفہ مرزا محمود خلیفہ قادیان صفحہ ۹۳)

(۱۱) "حضرت مسیح موعود کا حکم اور زبردست حکم ہے کہ کوئی احمدی غیر احمدی کو اپنی لڑکی نہ دے۔ اس کی تعمیل کرنا بھی ہر ایک احمدی کا فرض ہے۔" (برکات خلافت از مرزا محمود، صفحہ ۷۵)

(۱۲) "غیر احمدیوں کو لڑکی دینے سے بڑا نقصان پہنچتا ہے اور علاوہ اس کے وہ نکاح جائز ہی نہیں۔"

(برکات خلافت از مرزا محمود صفحہ ۷۳)

(۱۳) جو شخص غیر احمدی کو رشتہ دیتا ہے وہ یقیناً مسیح موعود کو نہیں سمجھتا اور نہ یہ جانتا ہے کہ احمدیت کیا چیز ہے۔ کیا کوئی غیر احمدیوں میں سے ایسا بے دین ہے جو کسی ہندو یا عیسائی کو اپنی لڑکی دیدے۔ ان لوگوں کو تم کافر کہتے ہو مگر وہ تم سے اچھے رہے کہ کافر ہو کر بھی کسی کافر کو لڑکی نہیں دیتے مگر تم احمدی کہلا کر کافر کو دے دیتے ہو۔

(ملائکۃ اللہ مصنفہ مرزا محمود صفحہ ۴۶)

(۱۴) غیر احمدیوں سے ہماری نمازیں الگ کی گئیں ان کو لڑکیاں دینا حرام قرار دیا گیا۔ ان کے جنازے پڑھنے سے روکا گیا۔ اب باقی کیا رہ گیا ہے جو ہم ان کے ساتھ مل کر کر سکتے ہیں۔ دو قسم کے تعلقات ہوتے ہیں۔ ایک دینی دوسرے دنیوی۔ دینی تعلق کا سب سے بڑا ذریعہ عبادت کا اکٹھا ہونا ہے۔ اور دنیوی تعلقات کا بھاری ذریعہ رشتہ و ناطہ ہے۔ سو یہ دونوں ہمارے لیے حرام قرار دیئے گئے۔ اگر کہو کہ ہم کو ان کی لڑکیاں لینے کی اجازت ہے تو میں کہتا ہوں نصاریٰ کی لڑکیاں لینے کی بھی اجازت ہے۔

(کلمۃ الفصل مصنفہ مرزا بشیر پسر مرزا غلام قادیانی ص ۱۶۹)

طب و صحت

غذا کی اہمیت

خوراک کے معاملے میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ آپ کی خوراک کچھ مخصوص قسموں یا مخصوص کھانوں تک محدود نہ ہو۔ صرف گوشت روٹی، صرف دال روٹی کھانے سے آپ کے جسم کو مطلوبہ اجزاء نہیں مل سکتے۔ آپ کے کھانے میں دال، گوشت، سبزی بھی کچھ رہتے ہیں۔ ہر قسم کی سبزی کا استعمال کرنا چاہیے۔ کچھ لوگ محض پسندیدہ سبزیوں تک محدود رہتے ہیں۔ اس میں خطرہ یہ رہتا ہے کہ اگر مطلوبہ اجزاء ان چیزوں سے حاصل نہ ہو سکے تو آپ جلد یا بدیر کسی نہ کسی بیماری کے خواہ مخواہ شکار ہوں گے۔

ایک عام خیال یہ پایا جاتا ہے کہ پھل، قیمتی خشک میوے اور دودھ مستقل ہی صحت بنا سکتے ہیں یا پھر اصلی گھی کے حلوے مانڈے اور دودھ بادام۔ لیکن سچ تو یہ ہے کہ آپ کو ایک پاؤ گاجر، ٹماٹر اتنی اہم چیزیں دیتے ہیں جن کی افادیت آپ کے تصور میں بھی نہ ہو گی۔ چکنائی چاہے گھی کی شکل میں ہو یا گوشت کی ہو، حلوے میں ہو یا سالن میں ہو نقصان دیتی ہے۔ ہم کو اپنی غذا کا تعین اپنے کام کاج کے مطابق کرنا چاہیے۔ اگر ہم دن بھر دفتر میں بیٹھتے ہیں، جسمانی مشقت بالکل نہیں کرتے تو اس طرز زندگی کے ساتھ چکنے کھانے ہم کو بستر تک ہی لے جا سکتے ہیں۔ برخلاف اس کے مشقت اور محنت کرنے والا آدمی چکنی غذا کھاتا ہے تو وہ تو اس کو ہضم کر کے جذب کرے گا۔ جن لوگوں کا کام بھاگ دوڑ کا نہ ہو ان کو ہلکی غذائیں مثلاً سبزیاں، کم گوشت، پتلی دال، پھل کچی سبزیاں استعمال کرنا چاہئیں۔ بچوں کے لیے دودھ، خمیرا انڈے بہت مفید ہیں کیونکہ یہ جسم کی بڑھوار میں مدد کرتے ہیں۔ اگر آپ تھوڑا سا دھیان رکھیں اور ایک معمول بنا لیں تو آپ متوازن غذا بہت کم خرچ میں حاصل کر سکتے ہیں۔ رات کو تازہ پانی میں دس بیس چنے بھگو دیں صبح کو نہار منہ کھا کر پانی پی لیں۔ اگر کھا سکیں تو بازار سے جئی یعنی اوٹس (OATS) یا کورن فلیکس (CORN FLAKES) لے آئیں ان کو گرم دودھ میں کھچڑی کی طرح ڈال کر کھا لیں۔ ناشتے میں ہلکا ابلا ہوا انڈا بھی لے سکتے ہیں۔ انڈا اس طرح ابالا جائے کہ سفیدی تو جم جائے لیکن زردی پتلی رہے۔ سخت انڈے میں غذائیت تقریباً ختم ہو جاتی ہے۔ مکھن کی اگر ضرورت ہو اور آپ کا جسم موٹا نہ ہو تو استعمال کریں۔ کھانے میں گوشت کے ساتھ سبزی ضرور لیں۔ کم از کم ایک وقت دال ضرور لیں۔ پکانے سے کم از کم ۱۲ گھنٹے پہلے دال بھگو دیں تو اس کی غذائیت بڑھ جاتی ہے اور ایسی دال جلدی ہضم ہوتی ہے۔ جس دال میں کچھ چھلکا ہوتا ہے وہ سب سے بہتر ہوتی ہے۔ دوپہر کے کھانے کے ساتھ سلاد، ٹماٹر، گاجر، مولی، کھیرا، چقندر ضرور لیں۔ ان میں سے جو چیز بھی دستیاب ہو اس کا استعمال کریں۔ کھیرے ککڑی کا موسم ہے تو اس کو کھانے کے ساتھ ضرور لیں۔ کھانے میں یا کھانے کے بعد پانی میں لیموں پینا صحت کے لیے مفید ہے۔ سبزیوں میں ہرے پتے والی سبزیاں زیادہ استعمال کریں۔ اگر آپ کا جسم فربہ ہے تو آلو، شکر قندی، شفتالو اور چاول کم استعمال کریں۔ گوشت چکنا نہ لیں۔ کبھی کبھی مغز اور

کلیجی کا استعمال کریں کلیجی دھو کر آگ پر بھون لیں اور نمک لگا کر کھائیں ایسی کلیجی میں سو سے زیادہ مقدار میں وٹامن برقرار رہتے ہیں۔ اگر آپ فربہ ہونا چاہتے ہیں تو دوپہر کو کھانے کے بعد کیلے کا استعمال کریں۔ گرمیوں میں کیلے یا آم کا دودھ میں شیک بنا کر پی لیں، سردیوں میں کچی گاجر، ٹماٹر اور مولی کا استعمال نہایت مفید ہے۔

باقی صـ۲۳ پر

بقیہ: مرجانی جزیروں کا دیس

کے ہاتھوں شکست ہوئی۔ اس فتح کے بعد اس نے گوا کے پرتگالیوں اور مالا باریوں کو خراج دینا بند کر دیا۔

مالدیپ ۱۸۸۷ء میں ایک معاہدے کی رو سے برطانوی زیر حفاظت علاقہ قرار پایا تھا۔ اور ۷۸ سال بعد ۲۶ جولائی ۱۹۶۵ء کو ایک آزاد جمہوریہ بن گیا مالے اس کا دارالسلطنت ہے جو ملے نامی جزیرے پر واقع ہے۔ اس سے کچھ فاصلے پر جزیرہ ہولولے پر انٹرنیشنل ایئرپورٹ ہے یہ جزیرہ چوڑا کم اور لمبا زیادہ ہے اس طرح اس پر طویل رن وے بنانا ممکن ہو گیا۔ اور بوئنگ طیارے یہاں با آسانی اتر جاتے ہیں۔

مالدیپ نے ۲۶ جولائی ۱۹۶۵ء کو آزادی حاصل کی تو اس وقت یہاں سلطان ابراہیم ناصر حکمران تھے۔ ۱۹۶۸ء میں یہ ملک جمہوریہ بن گیا۔

مالدیپ جدید دور میں تیزی سے داخل ہو رہا ہے۔ اور دارالحکومت مالے میں طاقتور ریڈیو براڈکاسٹنگ کارپوریشن کے علاوہ رنگین ٹیلی ویژن اسٹیشن بھی قائم ہے جہاں روزانہ درس قرآن بھی نشر کیا جاتا ہے۔ اقوام متحدہ کے مختلف اداروں کے ماہرین صحت، تعلیم، شہری ہوا بازی، براڈکاسٹنگ، جہاز رانی اور دوسرے شعبوں میں کام کر کے مالدیپ کے نوجوانوں کو تربیت فراہم کر رہے ہیں۔ ہونہار طلباء سائنس اور ٹیکنالوجی اور اعلیٰ تعلیم کیلئے بیرون ملک بھیجے جاتے ہیں۔

۱۹۸۴ء کے اعداد و شمار کی رو سے مالدیپ کی آبادی ایک لاکھ ۷۳ ہزار ہے گنجانی ۵۷۳ افراد فی مربع کلومیٹر ہے۔ اہل مالدیپ سو فی صد مسلمان ہیں اور وہ بھی سنی۔ دارالحکومت مالے کی آبادی تقریباً اڑتیس ہزار ہے۔ نسلی طور پر آبادی میں سنہالی، دراوڑی اور عرب خون مل جل گیا ہے شرح خواندگی بیاسی فی صد ہے دیوہی مقامی زبان ہے جو سنہالی ہی کی ایک بولی ہے۔ اب اسے لاطینی

رسم الخط میں لکھا جاتا ہے۔

ملک انتظامی طور پر انیس حصوں میں منقسم ہے جن میں سے ہر ایک اٹول کہلاتا ہے بلکہ انگریزی لفظ اٹول بمعنی مونگے کا جزیرہ اسی سے مستعار لیا گیا ہے۔ ہر اٹول میں ایک منتخب کمیٹی اور ایک نامزد چیف ہوتا ہے۔ بستی کا سربراہ خطیب کہلاتا ہے۔

بقیہ: یہ مضمون نہ ہوگا نہ پرانا

کیفیت سے آشنائے راز ہو کر مانوس ہونے لگیں اور احکام الٰہی کو قابل عمل سمجھنے لگیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کیا کہ اسلام میں سب سے بہتر عمل کیا ہے۔ فرمایا لوگوں کو کھانا کھلانا اور آشنا ہو یا نا آشنا سب کو سلام علیکم کہنا۔ ظاہر ہے ارشاد نبوی کا مفہوم محتاج بیان نہیں مخلوق کی ہمدردی اور اخوت و مساوات کا ایک عملی درس ہے جس سے محبت و شفقت کے دروازے از خود وا ہو سکتے ہیں لیکن ہمیں نفس پرستی اور نفاق جوئی سے فرصت کہاں۔

بقیہ: سیدنا حضرت طلحہؓ

طلحہؓ کو حضرت کعبؓ بن مالک کا اسلامی بھائی بنایا یہ استیعاب اور ابن ہشام کی روایت ہے جب کہ ابن اثیر کی روایت کے مطابق طلحہؓ اور ابوایوب انصاریؓ کے درمیان اخوت قائم ہوئی تھی۔

ہجرت کی وجہ سے مسلمانوں کو مال و جائداد زمین و وطن اور خویش و اقارب کی جدائی کے زخم پہنچے تھے اور وہ بے وسیلہ تھے لہٰذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار میں باہمی اخوت اور بھائی چارے کی بنیاد ڈالی تاکہ مسلمان اپنی تلخ داستانیں بھول جائیں یہ مواخاۃ فقط لفظی و زبانی حد تک یا رسمی اخوت نہ تھی۔ بلکہ لوگ وفات کے بعد باقاعدہ وراثت میں شریک ہوتے تھے حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ اسلام کے ان جانباز جوانوں میں سے تھے جن کی ہر وقت یہی تمنا ہوتی تھی کہ اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کر دیا جائے چنانچہ انہوں نے بدر کے علاوہ سب معرکوں اور جنگوں میں شرکت کی اور پورے عہد جنگجوئی سے لڑتے ہوئے داد شجاعت دی۔

دنیا میں جنت کی بشارت

حضرت طلحہؓ ان خوش نصیب حضرات میں سے تھے جن کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا ہی میں جنت کی بشارت دے دی تھی۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے اگر دنیا میں کوئی زندہ شہید دیکھنا چاہتا ہے تو وہ طلحہؓ بن عبیداللہ کو دیکھ لے

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن اپنے جاں نثاروں میں تشریف فرما تھے کہ ایک اعرابی آیا اور عرض کیا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کی آیت من المومنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ (مومنوں میں سے بعض ایسے ہیں کہ جو عہد اللہ سے کیا ہے اس میں سچے ثابت ہوئے) کا مصداق کون شخص ہے۔

سرور عالم نے اعرابی کے سوال کا جواب نہ دیا اس نے اپنا سوال دہرایا مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پھر خاموش رہے اتنے میں ایک میانہ قد اور ورزشی بدن کا سرخ و سفید خوبرو آدمی بارگاہ رسالت میں داخل ہوا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معاً اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا "ان لوگوں میں سے ایک یہ ہیں جن کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی"

جن کو یہ عظیم شرف حاصل ہوا کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مذکورہ آیت کا مصداق ٹھہرایا وہ سیدنا حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ تھے ان کی تاریخ وفات ۳۶ھ اور عمر بالاتفاق ساٹھ سال تھی۔

بقیہ: سیدنا عثمانؓ

حسنی بخاری دامت برکاتہم العالیہ امام مظلوم جامع القرآن سیدنا عثمانؓ کو خراج عقیدت پیش کرتے کہتے ہیں جو قارئین کے لیے ایک قیمتی یادگار تحفہ ہوگا۔ ؎

بر فلک عدل، مہر و ماہ ست عثمان غنیؓ
شاہ است عثمان غنیؓ بادشاہ ست عثمان غنیؓ
چوں جامع مصحف اِلٰہ ست عثمان غنیؓ
دین است عثمان غنیؓ دین پناہ ست عثمان غنیؓ
ہم زلف علی و خالو ئے حسنینؓ
فردوس دل و خلد نگاہ ست عثمان غنیؓ
صدیقؓ و عمرؓ بہر دین شفق و ماہ
باب است علیؓ شہر پناہ ست عثمان غنیؓ
سرداد نہ داد دست در دست یہود
حقا کہ نشان لا اِلٰہ ست عثمان غنیؓ

KHATME NUBUWWAT (AN INTERNATIONAL WEEKLY MAGAZINE)
Registered No. M-160

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام

10

دسویں

سالانہ

کل پاکستان

عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس

بتاریخ

۲۳ نومبر ۱۹۹۰ء

بروز جمعۃ المبارک

بمقام

مسلم کالونی

صدیق آباد

(ربوہ)

زیر سرپرستی

شیخ المشائخ حضرت مولانا

خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ

امیر مرکزی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

یہ سالانہ کانفرنس حسب سابق پورے تزک و احتشام سے منعقد ہو رہی ہے جس میں ملک بھر سے مشائخ عظام، اکابر علماء کرام، راہنمایان قوم، دانشور، وکلاء، طلباء اور ہر طبقہ خیال سے تعلق رکھنے والے حضرات شرکت فرمائیں گے۔

مولانا عزیز الرحمن صاحب جالندھری

مرکزی ناظم اعلیٰ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

مرکزی دفتر حضوری باغ روڈ ملتان۔ فون: ۴۰۹۷۸